سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات 2017

سوموار،5۔جون 2017

(یوم الاثنین،9۔رمضان المبارک 1438ھ)

سولھویں اسمبلی: تیسواں اجلاس

جلد 30: شمارہ 2

57

ڈپٹی سپیکر کا بطور قائم مقام سپیکر اعلامیہ

No.PAP/Legis-1(12)/2013/1610. Dated: 3rd June, 2017. Pursuant to the provisions of clause (3) of Article 53 read with Article 127 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, **Sardar Sher Ali Gorchani**, ***Deputy Speaker***, Provincial Assembly of the Punjab, shall act as Speaker, Provincial Assembly of the Punjab, with immediate effect, vice **Rana Muhammad Iqbal Khan**, ***Speaker***, Provincial Assembly of the Punjab, who has assumed office of the Acting Governor on 3rd June, 2017 (A.N.).

RAI MUMTAZ HUSSAIN BABAR
Secretary

59

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ 5۔جون 2017

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سرکاری کارروائی

بحث

سالانہ بجٹ برائے سال 18-2017 پر عام بحث

61

صوبائی اسمبلی پنجاب

سولھویں اسمبلی کا تیسواں اجلاس

سوموار، 5- جون 2017

(یوم الاثنین، 9- رمضان المبارک 1438ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں دوپہر 12.00 بجے زیر صدارت جناب قائم مقام سپیکر سردار شیر علی گورچانی منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری خالد عثمان علوی نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمo

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِo

هَٰٓأَنتُمْ هَٰٓؤُلَآءِ جَٰدَلْتُمْ عَنْهُمْ فِى ٱلْحَيَوٰةِ ٱلدُّنْيَا فَمَن يُجَٰدِلُ ٱللَّهَ
عَنْهُمْ يَوْمَ ٱلْقِيَٰمَةِ أَم مَّن يَكُونُ عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿١٠٩﴾ وَمَن يَعْمَلْ
سُوٓءًا أَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهُۥ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ ٱللَّهَ يَجِدِ ٱللَّهَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿١١٠﴾
وَمَن يَكْسِبْ إِثْمًا فَإِنَّمَا يَكْسِبُهُۥ عَلَىٰ نَفْسِهِۦ ۚ وَكَانَ ٱللَّهُ عَلِيمًا
حَكِيمًا ﴿١١١﴾

سورۃ النِّسَاء آیات 109 تا 111

بھلا تم لوگ دنیا کی زندگی میں تو ان کی طرف سے بحث کر لیتے ہو قیامت کو ان کی طرف سے اللہ کے ساتھ کون جھگڑے گا اور کون ان کا وکیل بنے گا؟ (109) اور جو شخص کوئی بُرا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کر لے پھر اللہ سے بخشش مانگے تو اللہ کو بخشنے والا اور مہربان پائے گا (110) اور جو کوئی گناہ کرتا ہے تو اس کا وبال اسی پر ہے اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے (111)

وماعلینا الاالبلاغo

نعت رسول مقبول ﷺ جناب سرور حسین نقشبندی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

یہ دنیا اِک سمندر ہے مگر ساحل مدینہ ہے
ہر اِک موج بلا کی راہ میں حائل مدینہ ہے
زمانہ دھوپ ہے اور چھاؤں ہے بس ایک بستی میں
یہ دنیا جل کے بجھ جاتی مگر شامل مدینہ ہے
مدینے کے مسافر تجھ پہ میرے جان و دِل قرباں
تیری آنکھیں بتاتی ہیں تیری منزل مدینہ ہے
کرم کتنا ہے فخری ان کی ذاتِ پاک کا مجھ پر
میں اتنی دُور ہوں لیکن مجھے حاصل مدینہ ہے

سرکاری کارروائی

بجٹ

سالانہ بجٹ برائے سال18-2017 پر عام بحث

جناب قائم مقام سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب ہم سالانہ بجٹ برائے سال 18-2017 پر بحث شروع کرتے ہیں اور واضح رہے کہ یہ بحث مورخہ 8۔ جون 2017 تک جاری رہے گی۔ میری کوشش ہو گی کہ ہر ممبر کو بات کرنے کا موقع ملے تاہم ممبران سے گزارش ہے کہ کم سے کم وقت میں اپنی بات مکمل کریں۔ جو معزز ممبران اس بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں، اگر وہ اپنے نام بحث کے لئے نہیں بھجوا سکے تو وہ اپنے نام مع تاریخ سیکرٹری اسمبلی کو بھجوا دیں۔ اب ہم بحث کا آغاز کرتے ہیں اور میں میاں محمود الرشید کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بحث کا آغاز کریں۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! یہاں پر وزیر خزانہ ہیں اور نہ ہی پارلیمانی سیکرٹری موجود ہیں تو بحث کا آغاز کیسے کریں؟

جناب قائم مقام سپیکر: جی، میاں محمود الرشید نے آغاز کرنا ہے۔ یہاں پارلیمانی سیکرٹری اور منسٹر بھی موجود ہیں لیکن آپ کون سے منسٹر کی بات کر رہی ہیں؟

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! محترمہ فائزہ احمد ملک نے جو پوائنٹ اٹھایا ہے یہ انتہائی valid point ہے۔ اگر یہاں پر پارلیمانی سیکرٹری اور وزیر خزانہ موجود نہیں ہیں تو میں speech نہیں کروں گا۔ اگر قائد حزب اختلاف کی speech پر وزیر خزانہ نہیں آ سکتیں تو آپ اس اجلاس کو postpone کر دیں یا کوئی اور کارروائی کر لیں۔ میرے خیال میں اسمبلی کے سیشن کی یہ توہین ہے۔

معاون خصوصی برائے وزیر اعلیٰ (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! وہ آ رہی ہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہاں سال میں ایک دفعہ بجٹ پیش ہوتا ہے اور سال میں ایک دفعہ ممبران اسمبلی کو کھل کر بات کرنے کا موقع ملتا ہے تو سال میں اگر ایک دفعہ محترمہ وزیر خزانہ تشریف نہیں لا سکتیں تو میرا نہیں خیال کہ اس کا کوئی فائدہ ہو؟

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! آپ کی بات ریکارڈ کی جا رہی ہے اور آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! بالکل بھی نہیں۔ ہم احتجاج کریں گے اور اپوزیشن کے طور پر ہم باہر بیٹھیں گے کیونکہ جب تک محترمہ وزیر خزانہ اس معزز ایوان میں تشریف نہیں لاتیں تو میں اپنی بحث کا آغاز نہیں کروں گا۔

معاون خصوصی برائے وزیر اعلیٰ (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! محکمہ کے آفیسرز گیلری میں موجود ہیں اور میں خود بھی ان کے points note کرنے کے لئے بیٹھا ہوں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! محترمہ وزیر خزانہ کو اس ایوان میں آنا چاہئے اور اگر وہ آئیں گی تو میں اپنی بحث کا آغاز کروں گا۔ I am sorry

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! بات یہ ہے کہ آپ تھوڑا انتظار کر لیں اور کوئی ایسا issue نہیں ہے۔

(اس مرحلہ پر محترمہ وزیر خزانہ معزز ایوان میں تشریف لے آئیں)

محترمہ وزیر خزانہ ایوان میں تشریف لے آئی ہیں۔ میاں صاحب! آپ تو آغاز میں ہی جذباتی ہو گئے اور آپ نے ابھی speech بھی کرنی ہے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ۔۔۔

معاون خصوصی برائے وزیر اعلیٰ (رانا محمد ارشد): جناب سپیکر! میاں صاحب نے issue بنانا تھا اور وہ انہوں نے بنا لیا حالانکہ منسٹر صاحبہ اسمبلی میں موجود تھیں۔ اس وقت ایوان میں بھی آ گئی ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، میاں صاحب! اپنی بات شروع کریں۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، نہیں۔ بھٹی صاحب! ابھی آپ تشریف رکھیں کیونکہ میں نے floor میاں صاحب کو دیا ہوا ہے۔ آپ کا نام میرے پاس note ہے اور ان کے بعد آپ کی بات سنی جائے گی۔ جی، میاں صاحب!

راجہ شوکت عزیز بھٹی: جناب سپیکر! میں نے تقریر نہیں کرنی بلکہ صرف پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنی ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، نہیں۔ میاں صاحب کے بعد آپ کو موقع دیا جائے گا۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! شکریہ۔ دو دن پہلے محترمہ وزیر خزانہ نے بجٹ پیش کیا اور ہم خواہش کے باوجود سکون سے ان کی بجٹ تقریر کو نہیں سن سکے اور احتجاج پر مجبور ہوئے۔ کیوں؟

جناب سپیکر! پچھلے چار سال سے اپوزیشن کے ساتھ جو روّیہ اختیار کیا گیا، پچھلے چار سالوں میں اربوں کھربوں روپے کے ترقیاتی منصوبے آپ نے announce کئے اور آپ نے منتخب ممبران کی disposal کے اوپر اربوں روپے کی سکیمیں دیں۔ کیا اپوزیشن کے یہ لوگ عوام کا mandate لے کر اس ایوان تک نہیں پہنچے، ان کا جرم یہ ہے کہ ان کا تعلق حکومتی جماعت کے ساتھ نہیں ہے؟ ہم مجبور ہوئے کہ وزیر اعلیٰ نے اس اسمبلی کے پہلے سیشن کے اندر یہاں پر ہمیں یقین دلایا اور کہا کہ میں اپوزیشن کے ساتھ مساوی سلوک کروں گا اور ان کے ساتھ مشاورت لیتے ہوئے انہیں ساتھ لے کر چلوں گا۔

جناب سپیکر! پچھلے چار سال کے دوران ہم نے ساٹھ سے زائد پرائیویٹ بل پیش کئے لیکن ایک کو بھی اسمبلی کے اندر نہیں آنے دیا۔ سپیکر صاحب نے اپنے چیمبر میں technicality کا سہارا لیتے ہوئے انہیں kill کر دیا اور ہمارا ایک بھی بل اس ایوان میں نہیں آ سکا۔ ہزاروں تحاریک التوائے کار جن میں سے چند سو یہاں سے پاس بھی ہوئیں لیکن کسی ایک کے اوپر عملدرآمد مجھے بتا دیں کہ یہ تحریک التوائے کار اپوزیشن کی طرف سے تھی اور یہ عملدرآمد کا اس کے اوپر ریکارڈ ہے؟

جناب سپیکر! جب آپ کا روّیہ یہ ہوگا اور جب حکمران جماعت کا روّیہ یہ ہوگا تو ہم مجبور ہوں گے، ہمیں یہاں پر کسی نے ووٹ دے کر بھیجا ہے، ہم بھی اپنے حلقے کے لوگوں کے سامنے، عوام کے سامنے جوابدہ ہیں۔ جن لوگوں نے ہمیں ووٹ دیا ہے وہ اسی پنجاب کے باسی ہیں اور یہاں کے شہری ہیں تو پھر ہمارے اس mandate کی اور عوام کے اس mandate کی توہین کیوں کی گئی ہے؟ اسی لئے اپوزیشن کی تمام پارلیمانی جماعتوں نے بیٹھ کر فیصلہ کیا کہ ہمارے ساتھ جو روّیہ ہے وہ انتہائی سوتیلا اور steply treatment ہے، بار بار کے احتجاج اور یقین دہانیوں کے باوجود کوئی اس میں فرق واقع نہیں ہوا۔

جناب سپیکر! کاش! وزیر اعلیٰ پنجاب جو اپنی زندگی کے اقتدار کی لمبی ترین اننگز کھیل رہے ہیں تو وہ اس گھسے پٹے رڈیے سے ہٹ کر ایک نئے جمہوری کلچر کو فروغ دیتے۔ یہ اپوزیشن کے منتخب لوگ ہیں، جمہوریت کی spirit کے مطابق ان کو ساتھ لے کر چلتے تو ہم بھی پرسوں بیٹھ کر اس speech کو سنتے اور جو اچھے کام تھے ان کی داد دیتے، ڈیسک بجاتے لیکن وہ وقت نہیں آنے دیا گیا۔

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ پنجاب اپنے وژن کی بات کرتے ہیں اور سپیڈ کی بات کرتے ہیں لیکن ہم یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے چڑیا کا دل پایا ہے۔ اگر اعلیٰ ظرفی اور بڑے دل کا مظاہرہ کرتے ہوئے، ایک سپورٹس مین سپرٹ کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور ایک جمہوری ایوان کے قائد ایوان بنتے ہوئے اگر سب کو ساتھ لے کر چلتے تو شاید بہتر حالات پیدا ہوتے۔

جناب سپیکر! یہاں پر بہت بات ہوئی کہ سارے صوبوں سے تاریخ کا سب سے بڑا 1970۔ارب روپے کا بجٹ ہے۔ آج میں صبح جب گھر سے نکلا تو ٹی وی پر چل رہا تھا، مجھے سندھ کی حکومت سے کوئی پیار نہیں ہے، ان کی بہت بُری کارکردگی ہوگی لیکن ان کا بجٹ 1045۔ارب روپے کا ہے۔ ہماری 63 فیصد آبادی ہے اور ہم 1970۔ارب روپے لگا رہے ہیں جبکہ وہ 20 فیصد کا صوبہ ہے اور تقریباً 1050۔ارب روپے لگا رہے ہیں تو volume کس کا بڑا ہوا؟ یہ ایسے jugglery الفاظ، سستی شہرت کے طریقے اور جس بھونڈے انداز سے آج اخبارات کے اندر اشتہارات دیئے ہوئے ہیں کہ ہم نے یہ کر دیا، جنوبی پنجاب میں ایسے کر دیا اور شمالی پنجاب میں ایسے کر دیا تو میرا یہ خیال ہے کہ اگر حقیقت کو سامنے رکھیں۔

جناب سپیکر! یہ میں نے پچھلی دفعہ بھی عرض کیا تھا لیکن مسلسل پچھلے دو تین سالوں کی توجہ کے باوجود پری بجٹ سیشن یہاں پر ہوا، ہم نے تجاویز بھی دیں اور اس میں سب سے اہم تجویز یہ تھی کہ آپ بجٹ کی preparation کے لئے ذمہ داری پنجاب اسمبلی کے ایوان کی سٹینڈنگ کمیٹیوں کے سپرد کریں کیونکہ وہ ایک constitutional forum ہے۔ آپ نے اگر ایم پی ایز کو کچھ task نہیں دینا، ہم کہتے ہیں کہ کورم پورا نہیں ہوتا تو بھئی کورم کیسے پورا ہوگا؟ جب کچھ لینا دینا ہی نہیں ہے اور حکومتی بنچز کے تین سو تین سو ممبران اسمبلی نے آکر حاضری لگوانی ہے، شکل دکھانی ہے اور چلے جانا ہے، جب ان کی participation بجٹ کے اندر، معاملات کے اندر، Governance کے اندر، حکومت سازی کے اندر اور پلاننگ کے اندر نہیں ہے تو وہ کیا دلچسپی لیں گے؟

جناب سپیکر! میں نے پچھلی دفعہ پری بجٹ تقریر میں بھی یہ عرض کی تھی کہ اگر سٹینڈنگ کمیٹیوں کو empower کریں، یہ ڈپٹی سیکرٹریوں کو، سیکشن افسروں، میں محترمہ وزیر خزانہ سے یہ توقع رکھتا تھا کہ اس کو چیلنج سمجھتے ہوئے ایک democratic system کے اندر جو ایک true spirit ہے، دنیا میں جہاں کہیں بھی پارلیمانی جمہوریت ہے وہاں ان سٹینڈنگ کمیٹیوں کی اہمیت وزراء سے بھی زیادہ ہے لیکن یہاں ماشاء اللہ سال میں ایک دفعہ شاید کسی سٹینڈنگ کمیٹی کا اجلاس ہوتا ہے۔ اگر ہم یہی بجٹ دسمبر یا جنوری میں اپنی ان سٹینڈنگ کمیٹیوں کے سپرد کرتے اور انہیں ایجوکیشن، ہیلتھ، لاء اینڈ آرڈر اور اسی طرح باقی محکمہ جات کا ٹاسک دیتے، کس بات کا آپ کو خوف ہے اور آپ ممبران اسمبلی کو کیوں empower نہیں کرتے، آپ نے ان سٹینڈنگ کمیٹیوں کو محض ایک statue بنا کر رکھا ہوا ہے، انہیں ان کا آئینی role کیوں نہیں ادا کرنے دیتے؟ کوئی اس کی وجہ ہے، سوائے اس کے کہ ایک مائنڈ سیٹ ہے کہ بیوروکریٹس کے ذریعے حکومت کو چلانا ہے، عوامی نمائندوں کو حقیقی معنوں میں empower نہیں ہونے دینا، انہیں سیکھنے نہیں دینا اور انہیں قابل نہیں ہونے دینا۔ ایک ڈپٹی سیکرٹری، ایک سیکشن آفیسر، ایک سپرنٹنڈنٹ یا کلرک بہتر سمجھتا ہے کہ پنجاب کی ایجوکیشن میں ہم نے کن کن چیزوں کو ٹھیک کرنا ہے، وہ بہتر سمجھتا ہے کہ صحت کے شعبے میں کیا آئندہ future میں ہونے والا ہے؟ ہمیں ابھی سے اس کو کس طرح کنٹرول کرنا ہے، کتنے فنڈز چاہئیں، ہمارے وسائل کتنے ہیں، ہمارے مسائل کتنے ہیں، اُن وسائل کی utilization کی priorities کیا ہونی چاہئیں؟

جناب سپیکر! ایک منتخب نمائندہ جس طرح سے سوچتا ہے ایک کلرک ایک بیوروکریٹ کسی طور پر بھی اُس طرح سے نہیں سوچ سکتا۔

جناب سپیکر! میں نے پچھلی دفعہ بھی کہا تھا اب دوبارہ اس پر میرا stress ہے for God's sake آپ ان Standing Committees کو empower کرتے ہوئے تمام شعبہ جات کا بجٹ متعلقہ سٹینڈنگ کمیٹی کو task دے دیں ایک دو دفعہ غلطیاں ہوں گی، ایک دو دفعہ اُس طرح سے جیسے ہم expect کرتے ہیں اُس طرح سے چیزیں نہ بن پائیں گی۔ آپ بیوروکریسی کو اُن کے ساتھ assist کرنے کے لئے بٹھائیں، اُن کو گائیڈ کرنے کے لئے بٹھائیں لیکن یہ نہیں ہونا چاہئے کہ آپ یہاں پر 30,30 کلو کی کتابیں رکھ دیں کسی کو کچھ پتا نہیں کہ یہ کیا ہے اور کیا نہیں؟

جناب سپیکر! میں نے پچھلے تین دن سے 20,20 گھنٹے جاگ کر یہ کتابیں کھنگالی ہیں ایک بات اور میں افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس دفعہ جو بنڈل آپ نے معزز ممبران اسمبلی کو دیئے ہیں اُس میں

کئی books miss ہیں جو ڈویلپمنٹ کی گرانٹ ہیں اُس میں کسی میں والیم 1 ہے کسی میں والیم 2 ہیں کسی میں دونوں نہیں ہیں۔

جناب سپیکر! میں جمعہ ہفتہ ان books کو لے کر بیٹھا دیکھتا رہا لیکن مجھے وہ کہیں نظر نہیں آئیں۔ کل اتوار والے دن سپیشل خود آکر یہاں اسمبلی سے وہ books collect کی ہیں اس کے ذمہ داروں کا بھی تعین ہونا چاہئے کہ جب سٹاف نے یہ بنڈل بنائے ہیں تو کیوں بنڈل کے اندر اُنہوں نے books پوری نہیں کیں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں اگر بجٹ پر ہم بحث کرتے تو سب سے بڑی افسوسناک بات یہ ہے کہ 2008 میں جو صوبہ surplus تھا آج وہ 712- ارب روپے کا مقروض ہے یہ کس چیز کی نشاندہی کرتا ہے ؟اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی بات کرنے والے حکمران، کشکول توڑ دینے والی بات کرنے والے حکمران،اپنے وسائل پر خود انحصار ہونے کی بات کرنے والے حکمران آج اندھا دُھند PIK debt قرضے پر قرضہ لئے جارہے ہیں کیا ترقی کا یہی معیار ہے ؟اُن قرضوں کو کون کس طرح سے اُتارے گا؟اور اُن میں سے اکثر بیشتر loans کے بارے میں کسی کو کچھ خبر نہیں نہ cabinet کو، نہ اس ایوان کو آپ بیرونی قرضے لئے چلے جارہے ہیں لیکن آپ کو اس معزز ایوان کو بھی اعتماد میں لینا چاہئے تھا جو کہ نہیں لیا گیا۔انہیں قرضوں کی صورتحال سے متعلق مشہور پنجابی کے پروفیسر انور مسعود ہیں انہوں نے کیا خوب قطع کہا ہے۔

"قرضہ لیتا قرضہ کھادا۔قرضہ پنڈے پایا۔قرضہ لے کے قبر بنائی۔آجو ہن فیر قرضہ لے کے اپنا کفن سوایئے۔تھوڑے پہلوں مر گئے ساں۔ہن سارے ای مر جایئے۔"

جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ قرضے پہ قرضہ یہ کسی صورت بھی بجٹ کی ایک مستحسن شکل نہیں ہے ہم اُس وقت مانتے کہ قرضوں کی اُس رقم کو کم کر کے یہ صوبہ minimum قرضے پر آجاتا، surplus نہ سہی دوسری طرف جو حکومت کی بچت،کفایت شعاری austerity کی بڑی باتیں تھیں وہ بھی ساری ہوائی اور کتابی ہیں سب سے پہلے جو ہمارے اکابرین صوبہ ہیں مقتدر ترین ہستیاں ہیں اُن کے بجٹ کے حوالے سے بات کرنا چاہوں گا۔

جناب سپیکر! گورنر صاحب کے سیکرٹریٹ کا خرچہ پچھلے بجٹ میں 11 کروڑ 11 لاکھ روپے رکھا تھا خرچ ہوا 12 کروڑ 25 لاکھ روپے۔۔۔

MR ACTING SPEAKER: Order in the House, Order in the House.

قائدِ حزبِ اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! اس سے قبل گورنر ہاؤس کے ملازمین کا خرچہ بجٹ میں رکھا گیا 13 کروڑ 88 لاکھ روپیہ، خرچ کیا 16 کروڑ 29 لاکھ 11 ہزار روپیہ اور اس دفعہ رکھا گیا 17 کروڑ 78 لاکھ 54 ہزار روپے اور گورنر صاحب کا ذاتی خرچہ ایک کروڑ 40 لاکھ روپے یہ ان تین مدات کے اندر کل اخراجات جو گورنر صاحب کو دینے ہوتے ہیں 32 کروڑ 55 لاکھ روپے اور گورنر صاحب ہمیں روزانہ کتنے میں پڑتے ہیں؟ 8 لاکھ 91 ہزار روپے تقریباً 9 لاکھ روپے یہ شرم کی بات ہے کہ مقروض صوبہ سینکڑوں ارب کا قرض گورنر صاحب ہر وقت کون سی توپ چلاتے ہیں؟ میرے لئے بڑے محترم ہیں اُن کی constitutional حیثیت ہے لیکن وقت آگیا ہے میاں محمد شہباز شریف انقلاب، تبدیلی کی باتیں کرتے ہیں کب آئے گا انقلاب؟ کب آئے گی تبدیلی؟ وہ اپنے اقتدار کے دسویں سال میں جا رہے ہیں مسلسل دسواں سال ہے۔ 9 لاکھ روپے گورنر صاحب کے لئے اُن کا کیا کام ہے؟ آرڈیننسز کے اوپر سائن کرنا، اسمبلی کے اجلاس کی protection کے اوپر سائن کرنا یا اور اس طرح کے جو بھی آئینی چھوٹے موٹے کام ہیں۔

جناب سپیکر! یہ 450 کنال کا گورنر ہاؤس جو اربوں کھربوں روپے کی پراپرٹی ہے میاں محمد شہباز شریف جرأت کریں اور انقلاب کی رمک اور دعوؤں کو عملی جامہ پہنائیں۔ گورنر صاحب کو یہاں سے نکالیں اور آٹھ کنال کا جی او آر میں گھر دے دیں بہت ہے۔ پنجاب کا مقروض صوبہ، پنجاب کے مقروض لوگ جو روٹی اور پینے کے صاف پانی کو ترس رہے ہیں کہاں لکھا ہے کہ 9 لاکھ روپے روزانہ گورنر خرچ کرے گا؟ اُس کی کیا activity ہے، کیا ذمہ داری ہے؟ اس کو reconsider کرنا چاہئے۔ معاملات اس طرح سے نہیں چلیں گے بہت ہو گیا اب ہمیں اپنے رویوں کو تبدیل کرنا ہو گا۔ وزیر اعلیٰ سیکرٹریٹ 42 کروڑ 38 لاکھ روپے رکھے گئے، 72 کروڑ 19 لاکھ 93 ہزار روپیہ خرچ کیا گیا اور اس دفعہ کیا رکھا ہے؟ 49 کروڑ 15 لاکھ 56 ہزار۔

جناب سپیکر! پچھلے سال فی دن وزیر اعلیٰ کا خرچہ کتنا ہے؟ 19 لاکھ 78 ہزار روپیہ خوف خدا کریں یہ خادم اعلیٰ کا خرچہ ہے۔ آپ سمجھتے ہیں خادم کس کو کہتے ہیں جو خادموں کا خادم ہوتا ہے اگر خادموں کے خادم کا خرچہ 19 لاکھ روپے روزانہ کا ہے تو قیامت آجانی چاہئے ایک ایسا صوبہ جس کی عوام بجلی کو ترس رہی ہے، تعلیم کے لئے ترس رہے ہیں، پینے کے صاف پانی کے لئے ترس رہے ہیں یہ خادم اعلیٰ، خادم اعلیٰ، خادم اعلیٰ ہم ہر طرف اُن کی تصویریں بھی دیکھتے ہیں، اُن کے دعوے، اُن کے

نعرے بھی سنتے ہیں اور اُن کی گنگناتی غزلیں وہ بھی ہماری کانوں تک پہنچتی ہیں لیکن 19 لاکھ 78 ہزار روپیہ روزانہ کا خرچہ یہ کسی صورت ایک مقروض صوبے کے وزیر اعلیٰ کو خرچ کرنا زیب نہیں دیتا۔ کل ملازمین 675 تھے اس سال 26 کا اضافہ ہوا کل 701 ملازم ہو گئے یہ اس کا اعلان کیا گیا ہے loan base کے اوپر مواصلات و تعمیرات سے بیسیوں ملازم اس کے علاوہ ہیں۔

جناب سپیکر! اس طرح تو شاید مغلیہ سلطنت میں بھی نہیں ہوتا تھا ایک ہزار لوگ وزیر اعلیٰ ہاؤس اور سیکرٹریٹ کی خدمت پر معمور ہیں کس جگہ لکھا ہوا ہے؟ جمہوری ملکوں کے اندر جائیں، ذرا یورپ کے اندر جائیں امریکہ کے اندر جائیں باقی ملکوں کے اندر کہ کیا وہاں پر یہی طور طریقہ ہے؟ ایک وزیر اعلیٰ کے لئے ایک ہزار افراد اُس کی خدمت پر معمور ہیں this is unfair اس کی کوئی justification نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں محترمہ وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا کہ اس بجٹ کے اوپر کٹ لگائیں کیبنٹ کے لوگ ہمت پیدا کریں، کابینہ کے اجلاس میں بات کریں اور تاریخ میں امر ہو جائیں، وہاں پر دلیل سے بات کریں کہ وزیر اعلیٰ آپ سب سے بڑے صوبے کے قائد ہیں، آپ اپنے اقتدار کے دسویں سال میں ہے، آپ روزانہ 20 لاکھ روپے خرچ کر رہے ہیں اور ایک ہزار ملازموں کا لشکر آپ کی خدمت پر مامور ہے۔ کسی میں تو جرأت ہونی چاہئے، کوئی تو اس کو چیلنج کرے ہم تو یہاں ہر سال کھڑے ہو کر کرتے ہیں۔ خدارا اس کو revise کریں، اپنے دعوؤں کی نفی نہ کریں، اپنے دعوؤں کے مطابق آپ نے دو تین سال پہلے یہاں اعلان کیا کہ میں اپنے سٹاف کو کم کر رہا ہوں۔ کیا یہ کم کیا ہے؟ آپ نے تو سٹاف کو ایک ہزار تک بڑھا دیا اور یہ بہت ہی غلط روایت ہے۔ ہم اس امت کے پیروکار ہیں جس کے خلیفہ وقت حضرت عمر فاروقؓ نے عید سے دو دن پہلے، گھر میں فیملی میں بیٹھ کر بات ہوتی ہے کہ عید والے دن فلاں ڈش پکائی جائے گی اور حضرت عمر فاروقؓ کو بچے کہتے ہیں کہ آپ جا کر اگلے مہینے کی تنخواہ ایڈوانس لے لیں۔ حضرت عمر فاروقؓ کہتے ہیں کہ مجھے کیا پتا ہے کہ میں اگلے مہینے زندہ بھی رہوں گا یا نہیں۔ عید والے دن وہ ڈش پکی ہوتی ہے تو حضرت عمر فاروقؓ کے چہرے پر پریشانی کے آثار ہوتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ یہ ڈش کیسے پک گئی؟ آپؓ کی اہلیہ فرماتی ہیں کہ میں نے مہینے کے خرچے میں سے روزانہ تھوڑا تھوڑا بچا کر رکھا تھا اس سے میں نے یہ ڈش پکائی ہے۔ وہ خاموش رہتے ہیں اور اگلے دن بیت المال میں جا کر کہتے ہیں کہ میری تنخواہ میں سے اتنے پیسوں کی کٹوتی کر دی جائے اور تنخواہ کم کر دی جائے۔ میرے

بچے اگر اتنے کم پیسوں میں گزارا کر سکتے ہیں تو میری بیوی نے جو بچت کی ہے وہ مجھے نہیں لگتی لہٰذا میں یہ اضافی پیسے نہیں لوں گا۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! ہم اس امت کے پیروکار ہیں، وہ ہمارے role model ہیں۔آپ اشتہار دے کر، نعرے لگا کر، باتیں کر کے اور دعوے کر کے لوگوں کے دلوں میں گھر نہیں کر سکتے۔ان کی زندگی ہمارے لئے مشعل راہ ہونی چاہئے۔(شور وغل)

MR ACTING SPEAKER: No. Order in the House, order in the House.

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! محکموں کے بجٹ میں۔۔۔(شور وغل)

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! خاموشی اختیار کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں بیٹھ جاتا ہوں اور آپ پہلے ان کی بات سن لیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! آپ بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب والا! آپ House in order کریں۔

جناب محمد عارف عباسی: جناب سپیکر! آپ ایوان in order کرنے میں ناکام ہو گئے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: عباسی صاحب! آپ بھی اپنا پرسوں والا روّیہ دیکھ لیں۔ میاں صاحب! بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! مختلف صوبائی محکموں کا بجٹ پچھلے مالی سال میں 32۔ارب 98 کروڑ 50 ہزار روپے کا تھا اور 39۔ارب 66 لاکھ روپیہ خرچ کیا گیا۔اس دفعہ جو بجٹ رکھا گیا ہے وہ 47۔ارب 82 کروڑ 50 ہزار روپیہ ہے۔15۔ارب روپیہ محکموں کے بجٹ میں اضافہ کر دیا گیا ہے۔ایک طرف سادگی کا کہا جاتا ہے اور دوسری طرف بیوروکریسی جوان محکموں کو چلا رہی ہے اس بجٹ میں ان کی تنخواہیں، فرنیچر، سٹیشنری، پٹرول اور ٹرانسپورٹ کے لئے 15۔ارب روپے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔یہ حکومت کے لئے بہت بڑا چیلنج ہے کہ یہ جو 15۔ارب روپے کا اضافہ ہے یہ کسی طور پر بھی نہیں ہونا چاہئے تھا۔

جناب سپیکر! یہاں میں پھر بات کروں گا کہ Austerity Committee سادگی اور کفایت شعاری کے لئے قائم کی گئی تھی وہ کہاں ہے؟ ان سرکاری محکموں کے لئے 32۔ارب روپے تھا اور اس دفعہ 47۔ارب روپے propose کیا گیا ہے یعنی 15۔ارب روپے زائد رکھا گیا ہے۔

جناب سپیکر! دوسرا محکمہ سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن ڈیپارٹمنٹ ہے اس کا بجٹ ایک ارب 45 کروڑ روپے تھا لیکن خرچ ایک ارب 52 کروڑ روپے ہوا۔ اب 2۔ارب 51 کروڑ روپے رکھا گیا ہے۔ محکمہ سروسز اینڈ جنرل ایڈمنسٹریشن ڈیپارٹمنٹ میں کیا ایسی بات ہو گئی ہے کہ اس کا بجٹ تقریباً ڈبل کر دیا گیا ہے۔ یعنی ایک ارب 45 کروڑ روپے سے بڑھا کر 2۔ارب 51 کروڑ روپے کر دیا گیا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ میں نے جتنی figures محکموں کے حوالے سے دی ہیں، گورنر صاحب، محترم وزیر اعلیٰ کے حوالے سے یہاں رکھی ہیں یہ میرا چیلنج ہے اور میں محترمہ وزیر خزانہ سے یہ استدعا کرتا ہوں کہ اس کو revise کیا جائے۔ اس میں جو 1½ ڈیڑھ، 2۔ارب روپے کی بچت نکلے گی وہ پنجاب کے غریب عوام کی ویلفیئر پر خرچ کی جائے۔

جناب سپیکر! ضمنی بجٹ کے اندر بعض انتہائی دلچسپ چیزیں ہیں۔ اورنج لائن ٹرین کے لئے وکیل hire کئے جاتے ہیں اور ان کو 2 کروڑ 25 لاکھ روپے دیا جاتا ہے۔ ایک اور انڈسٹریل ڈیپارٹمنٹ کی طرف سے وکیل hire کئے جاتے ہیں اور ان کو 75 لاکھ روپیہ فیس دی جاتی ہے۔ یہ کون سے مرحوم شریف الدین پیرزادہ ہیں کہ جنہوں نے سوا دو کروڑ روپیہ اورنج ٹرین کی وکالت کرنے کے لئے لیا ہے؟ آپ کے ایڈووکیٹ جنرل کہاں ہیں، کہاں ہیں آپ کے ایڈیشنل ایڈووکیٹ جنرل اور سرکاری وکیل وہ کیا کر رہے ہیں؟ آپ کی اتنی بڑی establishment ہے آپ کو یہ کیوں ضرورت پیش آئی کہ آپ تین کروڑ روپے کی خطیر رقم دو وکیلوں کو دیں؟

جناب سپیکر! یہ پنجاب کے خزانے کے ساتھ زیادتی ہے۔ اسی طرح سے نئی مرسڈیز ہیں۔ کیا پہلے پرانی استعمال ہو رہی ہیں؟ اس کے لئے 2 کروڑ 12 لاکھ روپیہ، 2 نئی ٹیوٹا کے لئے 35 لاکھ روپیہ، وزیر اعلیٰ کے پریس سیکرٹری کے لئے نئی ٹیوٹا کرولا 16 لاکھ روپیہ، چیف سیکرٹری آفس کی پانچ گاڑیوں کے لئے 91 لاکھ روپیہ رکھا گیا۔ یہ ساری چیزیں انتہائی اسراف کے ضمن میں آتی ہیں۔ اگر پہلے سے موجود وہیکلز چل رہی ہیں اور ان سے کام چلایا جا رہا ہے تو پھر یہ کروڑوں روپیہ رقم کا زیاں ہے میں اس کو بالکل condemn کرتا ہوں کہ یہ نہیں ہونا چاہئے۔ ہیلی کاپٹر کے لئے ایک ارب 44 کروڑ روپیہ اور اس

پر 32 کروڑ روپیہ ٹیکس اور ڈیوٹی دی گئی۔ اس طرح سے یہ ہیلی کاپٹر ایک ارب 76 کروڑ روپے میں پڑا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ اتنی خطیر رقم کا کوئی جواز نہیں ہے کہ ایک ہیلی کاپٹر کے لئے 1.75۔ارب روپے خرچ کریں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ پنجاب کے عوام سکیورٹی کو ترس رہے ہیں اور سول سیکرٹریٹ کی سکیورٹی دیکھیں یہ ضمنی گرانٹ کا صفحہ نمبر 64 ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! آپ سالانہ بجٹ پر بات کریں آپ ضمنی بجٹ پر بات کر رہے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! وہ اس کے ساتھ آئے گا کیونکہ وہ بھی پیش ہوا ہے۔ ضمنی گرانٹس کی میں بجٹ کے اندر ہی بات کروں گا۔ میں اس کا موازنہ کروں گا کہ آپ نے پچھلی دفعہ بجٹ کیا پیش کیا تھا۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ سالانہ بجٹ پر بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ میں گزرے ہوئے بجٹ پر بات کر رہا ہوں میں آئندہ پر بات نہیں کر رہا ہوں۔ آپ نے 50 لاکھ روپے کی تین بیل، تین گائے اور کالا ہرن present کیا ہے۔ خط بھی قطر سے بڑا بھاگا بھاگا آیا ہے کراؤن پرنس ابوظہبی۔۔۔

(اذان ظہر)

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! تو یہ سول سیکرٹریٹ میں 2 کروڑ 32 لاکھ 50 ہزار روپے کی ایک گرانٹ ہے اور ایک کروڑ 72 لاکھ روپے کی دوسری گرانٹ ہے یعنی ٹوٹل 4 کروڑ روپیہ سکیورٹی measures پر لگائے۔ میری سمجھ سے باہر ہے کہ سول سیکرٹریٹ میں سینکڑوں سکیورٹی گارڈ اور ملازمین گیٹوں اور راہداریوں میں گھوم پھر رہے ہوتے ہیں، وہاں چڑیا نہیں پھڑک سکتی، یہ 4 کروڑ روپے کی خطیر رقم، یہ کون سے سکیورٹی measures ہیں جس پر یہ خرچ کئے گئے؟

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بالکل غلط روایت ہے، یہ ایک غلط خرچہ ہے اور میں اس کو پنجاب کے عوام کے حقوق کے اوپر ڈاکا کہوں گا۔ اب میں آتا ہوں مختلف پراجیکٹس پر جو حکومت کے بجٹ میں رکھے ہوتے ہیں وہ پایۂ تکمیل تک پہنچتے ہیں، ان کی افتتاحی تقریبیں ہوتی ہیں ویسے تو ان کتابوں کے اندر بہت کچھ ہے، وقت کی کمی کی وجہ سے میں نے چند ایک چیزیں نوٹ کی ہیں اور اس پر

پریشان ہو کر بیٹھ گیا ہوں کہ یہ ہمارا آئین، قانون اور mandate کس طرح کی اجازت دیتا ہے؟ Chief Minister Employment Scheme کے پانچ سال مکمل ہونے پر تقریب ہوتی ہے اور 3 کروڑ 11 لاکھ روپے اس پر خرچہ ہوتا ہے۔ اس کا کوئی جواز ہے؟ وزیر اعلیٰ کسی جگہ تقریب میں جاتے ہیں اور آپ وہاں پر 10 لاکھ، 20 لاکھ یا 50 لاکھ روپے لگا لیں لیکن کروڑ روپیہ؟ اس سکیم کو پانچ سال مکمل ہو گئے ہیں اور 3 کروڑ 11 لاکھ روپے اس کے اخراجات بجٹ کے اندر ڈالے ہوئے ہیں۔ .This is unfair آگے آئیں ساہیوال اور قائداعظم سولر پارک کی جو افتتاحی تقریبات ہوئی ہیں ان پر 15 کروڑ روپیہ خرچ کیا گیا ہے غضب خدا کا، 7 کروڑ روپیہ ایک افتتاح پر، کوئی اس کی justification دے سکتا ہے؟ پنجاب کا بجٹ پنجاب کے عوام کے خون پسینے کی کمائی ہے جہاں پنجاب حکومت پر قرضے ہیں وہ اس طرح کے اللے تللے اور فضول خرچیوں کے لئے ہیں۔ آپ 7 کروڑ روپے ایک تقریب پر لگا دیں، کیا وہاں پر سونے کے کارپٹ بچھائے ہوئے تھے، کیا وہاں پر آپ چاندی کے برتن خرید کر لے گئے تھے؟ آپ نے ایسا کیا کیا تھا کہ آپ 7 کروڑ روپے اس کی افتتاحی تقریب یعنی فیتہ کاٹنے کے لئے لگاتے ہیں؟ .This is totally unfair یہ پنجاب کے عوام کے ساتھ انتہائی بد دیانتی اور ظلم ہے۔ قادر آباد پلانٹ کی افتتاحی تقریب پر 4 کروڑ 32 لاکھ روپے، بھائی! کیوں اتنا بڑا خرچہ آپ کر رہے ہیں؟ 32 لاکھ روپے تو سمجھ میں آتا ہے کہ وہاں 200 سے 400 کرسیاں، ٹینٹس اور اے سی کا انتظام کیا گیا ہوگا لیکن 4 کروڑ 32 لاکھ روپے، یہ لمحہ فکریہ ہے کہ ہمارے حکمران کس طرح سے اس خزانہ کو بے دردی کے ساتھ تباہ کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ گریٹر اقبال پارک میں پھولوں کی نمائش کا افتتاح ہوتا ہے اور de-facto Chief Minister حمزہ صاحب اس میں مہمان ہوتے ہیں، اس پر 5 کروڑ 21 لاکھ روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ خدا کا خوف کریں کہ کیا ان کی کوئی قانونی پوزیشن ہے؟ وہ ایک ایم این اے اور ایک وزیر اعلیٰ کے صاحبزادے ہیں کون سا آئین اور قانون انہیں اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ ان کے اعزاز میں تقریبات ہوں اور پنجاب کے غریب عوام کا پیسا 525 کروڑ روپیہ اس پر لگا دیا جائے؟ یہ جواب دینا پڑے گا اگر آپ یہاں جواب نہیں دیں گے تو آخرت میں ایک ایک پائی کا حساب دینا پڑے گا۔ آپ اپنی جیب سے خرچ کریں ہمیں کوئی اعتراض نہیں، آپ پنجاب کے عوام کے خون پسینے کی کمائی سے کروڑ روپیہ اس طرح کی تقریبات کے اندر لوٹا دیں ہم اس بات کو کسی صورت میں تسلیم نہیں کرتے، اس پر احتجاج کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ اس روّیے کو ترک کریں۔ محترمہ وزیر خزانہ آپ 50 لاکھ روپے یا ایک کروڑ روپے بھی لگا لیں maximum limit پانچ پانچ کروڑ، سات سات کروڑ روپیہ، یہ میں نے

پانچ سے چھ افتتاحی تقریب کی مثال آپ کے سامنے رکھی ہے۔اس کا کوئی جواز ہے کہ وہاں پر افتتاح اور فیتہ کاٹنے جا رہے ہیں اور ہم پانچ کروڑ، چھ کروڑ، سات کروڑ یا آٹھ کروڑ روپے اس picnic پر ضائع کر دیں۔ خادم اعلیٰ پنجاب! آپ نہیں سوچتے، آپ کو حساب نہیں دینا، اسمبلی میں تو شاید نہیں دینا لیکن اللہ کے ہاں بھی ہمیں حساب دینا ہے۔ یہ جو روپیہ ہے یہ کسی غریب پر، کسی مزدور کے گھروں پر، کسان کے گھروں پر، کوئی ایسی بچیاں جو یتیم بیٹھی ہوئی ہیں ان کی شادیوں پر لگایا جا سکتا تھا۔ یہ کروڑوں روپیہ جو اس طرح سے ضائع کیا گیا ہے۔ ملتان میٹرو بس کے افتتاح پر 5 کروڑ روپیہ، خدا کا خوف کریں، اگر وہاں پر افتتاح ہوا ہے تو آپ کے ملتان کے ایم این ایز اور ایم پی ایز کو چاہئے تھا کہ ہمارے وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم آ رہے ہیں اور ہم ان کے اعزاز میں کھانا کرتے ہیں اور اس تقریب کا انتظام کرتے ہیں۔ آپ نے 5 کروڑ روپے کا ٹیکہ پھر پنجاب کو لگا دیا۔ میٹرو بس کا افتتاح ہے، 5 کروڑ روپیہ اس پر خرچ ہو گیا ہے۔ مال اپنا نہیں ہے، مال مفت، دل بے رحم کہ غریب کا پیسا ہے، کوئی پوچھنے والا نہیں، کوئی روکنے والا نہیں، کوئی ٹوکنے والا نہیں، کسی کے سامنے جوابدہ ہی نہیں ہیں۔ یہ mind-set بدلنا ہو گا۔ یہ آپ بادشاہت کا mind-set بدلیں، آپ ایک جمہوری حکمران بنیں، real sense میں عوام کے خادم اور خادم اعلیٰ بنیں، یہ روّیے جو ہیں یہ غیر جمہوری روّیے ہیں، یہ آمروں والے روّیے ہیں۔

جناب سپیکر! کراچی پریس کلب اڑھائی کروڑ روپیہ، وزیر اعلیٰ چیک جاری کر رہے ہیں، اپنی جیب سے 5 کروڑ روپے دے دیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے لیکن کس حیثیت میں آپ دے رہے ہیں بھئی؟ کراچی پریس کلب کو 250 کروڑ روپیہ جبکہ لاہور کا جو پریس کلب ہے اس کو آپ سال کی گرانٹ 30 لاکھ روپیہ دیتے ہیں، یہ کیا تماشا ہے؟ لاہور جو ہمارا کیپیٹل ہے اس کے صحافی اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ آپ نے یہ اڑھائی کروڑ روپیہ جو کراچی پریس کلب کو دیا ہے یہ آپ لاہور پریس کلب کو دیتے۔ سندھ حکومت سالانہ کراچی پریس کلب کو 250 کروڑ روپیہ دیتی ہے۔ بلوچستان کی حکومت کوئٹہ پریس کلب کو 2 کروڑ روپیہ کی گرانٹ دیتی ہے۔ خیبر پختونخوا کی حکومت پشاور پریس کلب کو 2 کروڑ روپیہ کی گرانٹ دیتی ہے۔۔۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے خزانہ (رانا بابر حسین): جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف ضمنی بجٹ پر بات کر رہے ہیں۔ ان سے گزارش ہے کہ یہ سالانہ بجٹ پر بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! تشریف رکھیں، میں اگر آپ کو الف لیلیٰ کی کہانیاں سنا رہا ہوں تو آپ اعتراض کریں۔ میں facts and figures کے ساتھ بات کر رہا ہوں۔ سننے کا حوصلہ پیدا کریں۔ ہم پورا سال آپ کی سنتے ہیں اس لئے آپ خاموشی سے پلیز میری آپ سے request ہے، اگر تو میں کوئی کہانیاں سنا رہا ہوں یا figures آپ کے سامنے نہیں رکھ رہا، یہ بجٹ کی کتابیں نہیں لے کر آیا تو میں پھاڑ کر ادھر پھینک دیتا ہوں اور باہر چلا جاتا ہوں۔ اگر آپ کو سننے کا بھی حوصلہ نہیں ہے۔ آپ کو یہ ہماری باتیں سننی ہوں گی۔ اب اس طرح سے بات نہیں چلے گی، میں نے بیس بیس گھنٹے جاگ کر یہ figures اکٹھی کی ہیں، کسی کلرک نے مجھے بنا کر نہیں دیں اس لئے معزز پارلیمانی سیکرٹری آپ تشریف رکھیں۔ اگر یہ جھٹلا رہے ہیں تو میرا چیلنج ہے، جب میں relevant بات کر رہا ہوں تو آپ کیوں اس طرح کا اعتراض کر رہے ہیں بھئی؟ کراچی پریس کلب کو میں نے 250 کروڑ روپے کا کہا ہے کہ آپ نے کراچی پریس کلب کو کیوں 250 کروڑ روپیہ دے دیا ہے؟

جناب قائم مقام سپیکر: آپ سالانہ بجٹ پر بات کریں۔۔۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ سالانہ بجٹ کی بات ہے، یہ سالانہ بجٹ سے figures دیئے گئے ہیں، یہ شہباز شریف نے اپنے گھر سے دیئے ہیں، آپ کیا بات کر رہے ہیں؟ میں آپ کو صفحہ نمبر بتا رہا ہوں کہ بجٹ کی کتاب میں یہ یہ صفحات ہیں۔

معزز خواتین ممبران حزب اقتدار: جناب سپیکر! یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! مجھے انتہائی افسوس ہے کہ اگر ٹریژری بنچز کا یہی رویّہ ہے تو پھر ہمیں سوچنا پڑے گا کہ ہم بجٹ سیشن کا ٹوٹل بائیکاٹ کر دیں اگر آپ نے ہماری بات نہیں سننی۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! حوصلے سے آپ کی بات سن رہے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! آپ سنیں، آپ interruption کو روکیں، یہ پچھلے چار سالوں میں پہلی دفعہ ہو رہا ہے۔ کبھی قائد حزب اختلاف کی تقریر کے اوپر اور جب facts and figures کے ساتھ بات کر رہے ہوں ایسا نہیں ہوا۔ میں کوئی داستانیں نہیں سنا رہا۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! یہ پرسوں جو آپ لوگوں نے کیا ہے یہ اس کا re-action ہے، میں انہیں سمجھا رہا ہوں کہ نہ کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! کیا اس کا re-action ہے، جو ہمارے ساتھ چار سالوں سے ہو رہا ہے وہ اس کا re-action تھا؟

جناب قائم مقام سپیکر: بہر حال وہ حوصلے سے سن رہے ہیں، آپ بات کریں۔ وہ آپ کی بات سن رہے ہیں، آپ بات کریں۔

معزز خواتین ممبران حزب اقتدار: جھوٹا، جھوٹا، جھوٹا۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ ڈاکٹر صاحبہ! تشریف رکھیں، یہ کوئی طریقہ نہیں ہے۔

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب سپیکر! یہ ادب و آداب کا طریقہ ہے کہ یہ پارلیمانی سیکرٹری صاحب کو اس طرح سے ڈانٹ رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں۔ کوئی نہیں ڈانٹ رہے، کسی نے نہیں ڈانٹا، کوئی بات نہیں ہے۔ جی، میاں صاحب!

ڈاکٹر فرزانہ نذیر: جناب سپیکر! ادب و آداب کا کوئی طریقہ ہوتا ہے، معزز پارلیمانی سیکرٹری اگر بات کر رہے ہیں تو ان کو ڈانٹنے کا ان کو کوئی اختیار نہیں ہے۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں آپ کو مختلف جو ڈیپارٹمنٹس ہیں ان کے اوپر detailed discussion سے پہلے ایک طائرانہ نظر ایوان کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر! ایگریکلچر، 17-2016 میں 48۔ارب روپیہ رکھا جاتا ہے، 34۔ارب روپیہ خرچ ہوتا ہے۔ ڈویلپمنٹ کے بجٹ میں 20۔ارب روپیہ رکھا جاتا ہے اور 7.39۔ارب روپیہ خرچ ہوتا ہے یعنی ٹوٹل بجٹ کا 37 فیصد خرچ کیا جاتا ہے۔ پچھلے سال 48۔ارب روپیہ رکھا گیا، اس سال 36۔ارب روپیہ رکھا گیا، یہ کسانوں کے ساتھ کیا ہونے جا رہا ہے؟ یہ کاشتکاروں کے ساتھ کیا ہونے جا رہا ہے؟ اس کی میں تفصیل پر بعد میں آؤں گا۔

جناب سپیکر! ایجوکیشن، میں 79.69۔ارب روپیہ رکھا گیا، 71.07۔ارب روپیہ خرچ ہوا۔ اس دفعہ 67.65۔ارب روپیہ رکھا گیا ہے یعنی اس میں 12۔ارب روپیہ سکولز ایجوکیشن میں کم کیا گیا ہے۔ اس کی تفصیل جو ہے وہ میں آگے آپ کو بتاؤں گا کہ یہاں پر کیا jugglery کی ہے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد آپ آگے آ جائیں انرجی کے اندر آپ نے اس کا ڈویلپمنٹ بجٹ 9۔ارب روپیہ رکھا۔۔۔

معزز خواتین ممبران حزب اقتدار: جناب سپیکر! جھوٹے، جھوٹے، جھوٹے۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں۔ نہیں۔ نہیں۔ محترمہ! خاموش رہیں۔

محترمہ فائزہ احمد ملک: جناب سپیکر! بجٹ پڑھ لو، بجٹ پڑھ لو۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! انرجی پر ڈویلپمنٹ کے لئے 9۔ارب روپیہ رکھا گیا۔ 3۔ارب 36 کروڑ روپیہ خرچ ہوا اور یہ ٹوٹل بجٹ کا 37 فیصد بنتا ہے۔ اس دفعہ کتنا رکھا ہے، 7.75 یعنی 7۔ارب 75 کروڑ روپیہ جبکہ پچھلی دفعہ 9۔ارب روپیہ رکھا تھا، 250۔ارب روپیہ اس دفعہ انرجی کے اندر بھی کم کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! پینے کے صاف پانی کے لئے 30۔ارب روپیہ رکھا گیا، صرف 2½۔ارب روپیہ خرچ ہوا یعنی ٹوٹل بجٹ کی allocation کا 7 فیصد صرف اس مد میں خرچ کیا گیا اور اس دفعہ 24۔ارب 50 کروڑ روپیہ رکھا ہے۔

جناب سپیکر! سوشل ویلفیئر و بیت المال، پچھلی دفعہ ایک ارب 58 کروڑ روپیہ رکھا گیا اور 97 کروڑ خرچ ہوا۔ اب اس میں ایک ارب 10 کروڑ روپیہ رکھا ہے یعنی 50 کروڑ سوشل ویلفیئر و بیت المال میں بھی کم کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! سپورٹس، بجٹ کے اندر 3۔ارب 21 کروڑ روپیہ رکھا گیا اور 2۔ارب 7 کروڑ روپیہ خرچ ہوا۔ اس دفعہ ایک ارب اور 4 لاکھ روپیہ رکھا ہے یعنی اس میں one third کر دیا گیا ہے۔ سپورٹس کا بجٹ 3/1 کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! وومن ڈویلپمنٹ، بجٹ کے اندر 62 کروڑ روپیہ رکھا گیا اور 45 کروڑ روپیہ خرچ ہوا۔ اس دفعہ 67 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے۔

جناب سپیکر! لاء اینڈ آرڈر، بجٹ کے اندر 88۔ارب 63 کروڑ روپیہ رکھا گیا تھا، 90۔ارب 23 کروڑ روپیہ خرچ ہوا اور اس دفعہ 95۔ارب 59 کروڑ روپیہ رکھا ہے یعنی 7۔ارب روپیہ بڑھا دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! وائلڈ لائف اینڈ فشریز، اس میں ڈویلپمنٹ کا بجٹ 4۔ارب 42 کروڑ روپیہ رکھا گیا تھا اور 2۔ارب 71 کروڑ روپیہ خرچ ہوا۔ اس دفعہ 3۔ارب 87 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے یعنی اس میں بھی ایک یا 1½۔ارب روپے کی کمی کر دی گئی ہے۔

جناب سپیکر! یہ چند محکموں کی میں نے اجمالی سی کیفیت آپ کے سامنے رکھی ہے۔ سب سے پہلے شعبہ تعلیم جس کے اوپر محترمہ وزیر خزانہ اپنی تقریر کے اندر صفحہ نمبر 5 پر فرماتی ہیں کہ:

"میں انتہائی فخر سے یہ اعلان کرتی ہوں کہ آئندہ مالی سال کے بجٹ میں شعبہ تعلیم میں مجموعی طور پر 345۔ارب روپے کی رقم رکھنے کی تجویز ہے۔ یہ رواں مالی سال کے مختص کردہ فنڈ سے 33۔ارب روپیہ زیادہ ہے۔ سکولز ایجوکیشن کے شعبہ میں ترقیاتی پروگرام کے لئے آئندہ سال بجٹ میں 53۔ارب 36 کروڑ روپے کی رقم مختص کی جا رہی ہے۔"

معزز خواتین ممبران حزب اقتدار: جناب سپیکر! جھوٹے، جھوٹے، جھوٹے۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! No کیا ہو گیا ہے؟

(اس مرحلہ پر معزز خواتین ممبران حزب اقتدار کی طرف سے ڈیسک بجا کر شور و غل کیا گیا)

محترمہ! Order in the House. ایسا نہ کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! پچھلے سال۔۔۔(قطع کلامیاں) کیا کریں؟ بائیکاٹ کر دیں، کیا کریں؟

جناب قائم مقام سپیکر: آپ بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! نہیں، پھر انہیں in order کریں۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ ان کی بات سنیں۔

معزز خواتین ممبران حزب اقتدار: جناب سپیکر! جھوٹا، جھوٹا، جھوٹا۔۔۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! اگر تو کسی پلاننگ کے تحت یہ سارا کچھ ہو رہا ہے تو ہمیں بتا دیا جائے ورنہ آپ ایوان کو in order کریں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! آپ اپنی بات جاری کریں۔ محترمہ! میں نے آپ کو کہا ہے کہ آپ اس طرح نہ کریں۔ میاں صاحب! آپ بات کریں۔ محترمہ! Order in the House. میں آخری دفعہ آپ کو کہہ رہا ہوں۔ آپ نے دوبارہ یہ نہیں بجانا۔ محترمہ! نہیں۔ محترمہ! Order in the House. محترمہ! یہ نہ کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! پچھلے سال۔۔۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران محترمہ رخسانہ کوکب اور محترمہ زیب النساء اعوان
مسلسل جھوٹا جھوٹا کی نعرے بازی کرتی رہیں اور کتابچے ڈیسک پر مارتی رہیں)

جناب سپیکر! کیا ہم بائیکاٹ کر لیں؟ یا پھر ایوان in order کریں۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! ان کی بات سنیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! اگر تو کسی planning کے ساتھ یہ سارا کچھ ہو رہا ہے تو ہمیں بتا دیا جائے ورنہ آپ ایوان کو in order کریں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! آپ اپنی بات کریں۔ محترمہ! میں نے آپ سے کہا ہے کہ آپ اس طرح نہ کریں۔ جی، میاں صاحب! بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ غلط بات ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! .Order in the House میں آپ کو آخری دفعہ کہہ رہا ہوں آپ نے دوبارہ یہ نہیں بجانا۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! انہوں نے پچھلے سال 79۔ارب 69 کروڑ روپیہ رکھا تھا لیکن 71۔ارب روپے خرچ کئے اور اس سال سکول ایجوکیشن کے لئے 67۔ارب روپے رکھے ہیں یعنی 12۔ارب روپیہ کم رکھا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے ٹوٹل 33۔ارب روپیہ بڑھا دیا ہے۔ پچھلی دفعہ 345۔ارب روپیہ تھا اور اس دفعہ آپ نے 33۔ارب روپیہ بڑھا دیا لیکن میں آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ آپ ذرا ٹوٹل بجٹ پر آئیں کہ بجٹ کا volume کیا تھا۔ پچھلے سال 2017 میں آپ نے 345۔ارب روپیہ رکھا تھا اور یہ ٹوٹل بجٹ کی 18.5 فیصد average بنتی ہے۔ آپ نے جو پچھلی دفعہ رکھا تھا وہ ٹوٹل بجٹ کا 18.5 فیصد تھا اور اس دفعہ۔۔۔

(اس مرحلہ پر معزز خواتین ممبران حزب اقتدار کی طرف سے
جھوٹا جھوٹا کی نعرے بازی)

جناب قائم مقام سپیکر:.Order in the House محترمہ! آپ ان کی بات سنیں۔ انہیں بات کرنے دیں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! یہ سب آپ کروا رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، نہیں! میاں اسلم صاحب! آپ کو یہ بات نہیں کہنی چاہئے تھی مجھے انتہائی افسوس ہے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! آپ ہی یہ سب کروا رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میں نہیں کروا رہا۔.Order in the House جی، میاں صاحب! بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! پچھلی دفعہ 345۔ارب روپیہ تھا یہ ٹوٹل بجٹ کا 18.5 فیصد بنتا ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز خواتین ممبران حزب اقتدار کی طرف سے
جھوٹا ہائے ہائے کی نعرے بازی)

جناب قائم مقام سپیکر:.Order in the House محترمہ! نہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! آپ ان کو کرنے دیں میں تین دن ادھر ہی کھڑا ہوں۔ آپ شوق سے کریں۔ میں بالکل بھاگنے والا نہیں ہوں۔ میں آپ کے کرتوت دکھا کر جاؤں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! بات کریں۔

وزیر اوقاف و مذہبی امور (سید زعیم حسین قادری): جناب سپیکر! میاں صاحب! ذرا زور لگائیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! اگر تو آپ نے ایوان in order کرنا ہے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر ہم سوچتے ہیں کہ ہم نے کیا کرنا ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: میں کہہ رہا ہوں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! نہیں۔ اگر آپ ایوان in order کروالیں تو ٹھیک ہے ورنہ پھر ہم سوچتے ہیں کہ ہم نے کیا کرنا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! آپ بات کریں۔ میں آپ کی بات سن رہا ہوں، وزیر خزانہ بھی سن رہی ہیں۔ آپ بات کریں۔ محترمہ! آپ لوگ خاموش ہو جائیں۔

وزیر اوقاف و مذہبی امور (سید زعیم حسین قادری): میاں صاحب! زور لگا کر طاقت سے بولیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): پچھلی دفعہ 18.5 فیصد تھا اور اس دفعہ 17.5 فیصد ہے۔ اس دفعہ سکول ایجوکیشن کے بجٹ میں ایک فیصد کمی واقع ہوئی ہے۔ اتنے پیسے لگانے کے باوجود۔۔۔

(اس مرحلہ پر معزز خواتین ممبران حزب اقتدار کی طرف سے
جھوٹا جھوٹا کی نعرے بازی)

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! آپ خاموشی سے ان کی بات کیوں نہیں سن رہیں؟

وزیر اوقاف و مذہبی امور (سید زعیم حسین قادری): جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، قادری صاحب! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ Order in the House.

وزیر اوقاف و مذہبی امور (سید زعیم حسین قادری): جناب سپیکر! میں قائد حزب اختلاف کی خدمت میں ایک بات عرض کرنا چاہ رہا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں پہلی بار اس صوبہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ ایک خاتون کو وزیر خزانہ بنایا گیا اور یہ پورے پاکستان کے لئے عزت و تکریم کی بات تھی۔ میں امید کر رہا تھا کہ میرے بھائی جو اس بڑے اونچے podium پر تشریف فرما ہیں کم از کم اس کو خاتون ہونے کا ہی privilege دے دیں گے اور ان کی گفتگو کو عزت و تکریم سے سنیں گے۔ اس دن یہاں پر سیٹیاں بجائی گئیں جس سے پورے پاکستان میں اس ایوان کا جو تقدس پامال ہوا اس سے میرا سر شرم سے جھک گیا۔ میڈیا نے اور اس ملک کے مخالفین نے جو گفتگو کی کہ ہم خواتین کی یہ تکریم کرتے ہیں اور ایک پڑھی لکھی خاتون جس کی economic and financial ability کو دنیا مان رہی ہے کہ ایک پڑھی لکھی عورت کو chance ملا تو وہ محترمہ وزیر خزانہ بن کر perform کر رہی ہے، heckling تو پارلیمنٹری پریکٹس ہے لیکن اس کی تقریر کے دوران یہاں سیٹیاں بجائی گئیں۔ جتنا زور روزہ رکھ کر میری بہن نے لگایا اور چیخ چیخ کر پوری دنیا کو بتایا کہ میں خاتون ہوں اور میری بات نہیں سنی جا رہی لہٰذا میاں محمود الرشید سے میری استدعا ہے کہ ذرا زور لگائیں تاکہ پتا چلے۔ دیکھ لیں کہ ان کے اپنے لوگوں کا کیا حال ہے ان کے اپنے لوگ ان کی تقریر سننے کے روادار نہیں ہیں تو ہم کیوں سنیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! اگر انہوں نے یہ طے کر لیا ہے تو پھر ہم بھی اسی طرح react کرتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: نہیں۔ میاں صاحب! بات کریں۔ .Order in the House زعیم قادری! پرسوں جو محترمہ وزیر خزانہ کے ساتھ ہوا ہے آپ وہ آج میرے ساتھ کروانا چاہ رہے ہیں؟ میرا بھی روزہ ہے محترمہ! کچھ مہربانی کریں۔ .Order in the House

وزیر اوقاف و مذہبی امور (سید زعیم حسین قادری): جناب سپیکر! میں ایک بھائی کی حیثیت سے سمجھتا ہوں کہ وہ show جو انہوں نے لگایا تھا اگر ہم لگائیں گے تو پھر ہمارے اور ان میں کوئی فرق نہیں ہو گا لہٰذا میں اپنی بہنوں سے درخواست کرتا ہوں کہ۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: جی، اب خاموش ہو جایئے۔

وزیر اوقاف و مذہبی امور (سید زعیم حسین قادری): جناب سپیکر! اگر میری پارٹی کی کوئی حیثیت ہے تو میں عرض کرتا ہوں کہ اب ادھر سے ایک لفظ بھی نہیں آئے گا۔ بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ جی میاں صاحب!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! دیکھیں اپوزیشن احتجاج کرتی ہے اس میں کوئی نئی بات نہیں ہوئی۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! اپوزیشن سیٹیاں نہیں بجاتی۔

وزیر اوقاف و مذہبی امور (سید زعیم حسین قادری): جناب سپیکر! قومی اسمبلی میں صدر کے خطاب کے دوران ایک سیٹی بجی تھی تو پوری دنیا نے آپ کا مذاق اڑایا تھا لیکن یہاں تو پچاس سیٹیاں بجتی رہیں اور کسی نے بھی نہیں پوچھا۔

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ محترمہ! خاموش ہو جائیں۔

وزیر اوقاف و مذہبی امور (سید زعیم حسین قادری): جناب سپیکر! ہمارا ان کا level نہیں ہے اور ہماری قیادت کا یہ وتیرا نہیں ہے لہٰذا اب ادھر سے آواز نہ آئے۔ شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: .Order in the House محترمہ! اب کوئی بات نہیں کرے گا۔ جی، میاں صاحب! بات کریں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! نہیں، میں آپ کو floor نہیں دیتا۔ میاں محمود الرشید! آپ بات کریں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! آپ میری بات سنیں۔ آج آپ کو پاکستان کا image یاد آ رہا ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! آپ دوبارہ ماحول خراب کر رہے ہیں۔ میاں اسلم صاحب! پھر دوبارہ reaction آئے گا اور پھر آپ بات کریں گے۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! جب ماڈل ٹاؤن میں چودہ لوگوں کو گولیاں مار کر مار دیا گیا تھا اس وقت image کہاں گیا تھا؟ اس وقت غیرت مری ہوئی تھی؟

جناب قائم مقام سپیکر: میاں محمود الرشید! آپ بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! آپ ایوان in order کریں۔

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! آپ نے حاملہ عورتوں کو گولیاں ماریں اس وقت آپ کی غیرت کہاں تھی آج عورت کی غیرت یاد آ گئی۔ شکر ہے کہ غیرت یاد آ گئی۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! آپ کیا کر رہے ہیں؟ محترمہ! آپ بھی تشریف رکھیں۔ میاں صاحب! یہ کوئی طریقہ نہیں ہے پھر آپ تقریر کیسے کریں گے؟ میاں صاحب! بہت شکریہ

میاں محمد اسلم اقبال: جناب سپیکر! یہ عورت کا تقدس تھا کہ ماڈل ٹاؤن میں حاملہ عورتوں کو گولیاں ماری گئیں اور آج حاجی ثناء اللہ بنے ہوئے ہیں۔

وزیر اوقاف و مذہبی امور (سید زعیم حسین قادری): جناب سپیکر! جی، حاجی ثناء اللہ ہیں لیکن پھر اس طرح تقریر نہیں ہو گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں محمد اسلم اقبال! تشریف رکھیں۔ میاں محمود الرشید! آپ بات کریں اور اب حزب اقتدار کی طرف سے کوئی نہیں بولے گا۔ سید زعیم حسین قادری! آپ بھی تشریف رکھیں۔ جی، میاں محمود الرشید!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! اگر آپ بجٹ پر بحث نہیں کروانا چاہتے اور مجھے نہیں سُننا چاہتے تو پھر میں بیٹھ جاتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! آپ کے لوگ ہی جذباتی ہو رہے ہیں۔ Order please. Order in the House. خاموشی اختیار کریں اور قائد حزب اختلاف کو بات کرنے دیں۔ ڈاکٹر فرزانہ نذیر صاحبہ! آپ تشریف رکھیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! حزب اقتدار کے معزز ممبران یہ ایک نئی روایت ڈال رہے ہیں جو کہ ٹھیک نہیں ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ آپ ایوان کو in order کریں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! پرسوں بجٹ تقریر کے دوران جو کچھ حزب اختلاف کے ممبران کرتے رہے ہیں وہ بھی پہلے روایت نہیں رہی۔ بہر حال آپ بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ پنجاب کے اندر تعلیم کے حوالے سے بڑے بلند و بانگ دعوے کئے گئے کہ تعلیمی بجٹ میں اضافہ کر دیا گیا ہے جبکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ جیسا کہ میں نے figures آپ کے سامنے رکھے ہیں کہ اس دفعہ ٹوٹل بجٹ کا 17.5 فیصد تعلیم کے لئے مختص کیا گیا ہے جبکہ پچھلے سال یہ ٹوٹل بجٹ کا 18.5 فیصد تھا۔

جناب سپیکر! میرا محترمہ وزیر خزانہ کو challenge ہے کہ ایجوکیشن کے بجٹ میں اس مرتبہ ایک فیصد کمی کی گئی ہے۔ رقم تو آپ نے بڑھا دی ہے لیکن اگر آپ بجٹ کے total volume کو دیکھیں تو اس حساب سے تعلیمی بجٹ میں کمی واقع ہوئی ہے۔ اس مرتبہ 1970۔ ارب روپے total volume of the budget ہے۔ اس میں سے تعلیم پر 17.5 فیصد خرچ کئے جائیں گے جبکہ پچھلی دفعہ 1635۔ ارب روپے بجٹ کا volume تھا اور اس میں سے ایجوکیشن کے لئے 18.5 فیصد خرچ کئے گئے ہیں یعنی اس مرتبہ پہلے کی نسبت تعلیم کا بجٹ ایک فیصد کم کر دیا گیا ہے۔ محترمہ وزیر خزانہ یہ دعویٰ کر رہی ہیں کہ ہم نے صوبہ پنجاب میں ایجوکیشن کے لئے بجٹ کو بڑھا دیا ہے جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے کیونکہ اس مرتبہ ایجوکیشن کا بجٹ ایک فیصد کم کر دیا گیا ہے۔ اکنامک سروے آف پاکستان کی طرف سے دیئے گئے figures کے مطابق پنجاب کے اندر 2013 سے لے کر 2016 کے آخر تک primary enrollment میں سات فیصد کمی واقع ہوئی ہے جو کہ ایک خوفناک صورتحال ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ پچھلے کئی سالوں سے اگر ہم سکولز ایجوکیشن پر اربوں روپے خرچ کر رہے ہیں تو پھر primary enrollment کم کیوں ہوئی ہے؟ آپ نے اس مرتبہ ایجوکیشن کے لئے ایک فیصد بجٹ کم کر دیا ہے۔ تمام تر دعوؤں کے باوجود کہ ہم تعلیم کو اہمیت دے رہے ہیں، تعلیم کے لئے زیادہ فنڈز مختص کئے جا رہے ہیں لیکن حقیقت میں تعلیم کا بجٹ کم کیا گیا ہے۔ پچھلے سال تعلیم کے لئے ٹوٹل بجٹ کا 18.5 فیصد مختص کیا گیا تھا جبکہ اس دفعہ ٹوٹل بجٹ کا 17.5 فیصد مختص کیا گیا ہے۔ سکولز ایجوکیشن کی enrollment میں سات فیصد کی واقع ہوئی ہے جو کہ انتہائی لمحہ فکریہ ہے۔ تعلیم کی بہتری کے لئے حکمرانوں کی تمام تر کوششوں کے باوجود primary enrollment میں کمی ہوئی ہے۔ اکیڈمی آف ایجوکیشن پلاننگ اینڈ مینجمنٹ کی رپورٹ کے مطابق ایک کروڑ سے زیادہ بچے اب بھی سکولوں سے باہر ہیں اور ہر سال ان کی تعداد کم ہونے کی بجائے جوں کی توں کھڑی ہے۔ موجودہ حکمرانوں کی مسلسل حکمرانی کا یہ دسواں سال ہے اور سکولوں سے باہر بچوں کی تعداد کم نہیں ہو سکی جبکہ primary enrollment میں سات فیصد کمی واقع ہو گئی ہے۔ یہ غیر آئینی ہے کیونکہ آئین کا آرٹیکل۔ 25-A کہتا ہے کہ:

"ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ پانچ سے پندرہ سال کی عمر کے ہر بچے کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرے گی۔"

جناب سپیکر! بدقسمتی سے پنجاب کے حکمران آئین پاکستان میں درج بنیادی انسانی حقوق کو عوام تک پہنچانے سے قاصر ہیں۔ آئین ہمیں کہہ رہا ہے کہ ریاست پانچ سے پندرہ سال کی عمر کے ہر بچے کو مفت اور لازمی تعلیم فراہم کرے گی لیکن حکومتی سطح پر لازمی تعلیم کے لئے کوئی ایسے اقدامات اب تک نہیں اُٹھائے گئے کہ جس سے زیادہ سے زیادہ بچوں کو سکولوں میں لایا جا سکے۔

جناب سپیکر! پنجاب میں سکولوں کی کل تعداد 57998 ہے ان میں سے مکمل عمارتوں والے سکول 11123 ہیں، چار دیواری کے بغیر سکول 8060، پینے کے پانی سے محروم سکول 6220 اور ایک کمرے پر مشتمل سکول 4000 ہیں۔ ہزاروں سکولوں کی چار دیواری نہیں ہے، جو ایک کمرے پر مشتمل ہیں، جن کے پاس پینے کا صاف پانی نہیں ہے اور ان میں اساتذہ کی تعداد بھی مکمل نہیں ہے تو پھر آپ کس طرح سے کہہ سکتے ہیں کہ صوبہ پنجاب کے اندر تعلیم کی حالت بہت بہتر ہو گئی ہے؟ یہاں پر ہم نے دانش سکولوں کا بہت زیادہ شور وغل سُنا اور بڑے بلند و بانگ دعوے کئے گئے لیکن وہ پروگرام بھی مزید آگے نہیں چل سکا۔ آڈیٹر جنرل آف پاکستان نے اپنی آڈٹ رپورٹ کے اندر یہ کہا کہ دانش سکولوں کی

تعمیر کے اُوپر 4۔ارب اور 88 کروڑ روپے کی جو ادائیگیاں کی گئی ہیں وہ غیر قانونی اور غیر آئینی ہیں۔ یہ بھی لمحہ فکریہ ہے کہ یہ پیسے proper طریقے سے استعمال نہیں کئے گئے۔

جناب سپیکر! حکومت کا ایک روّیہ ہے کہ تعلیم کو پرائیویٹ سیکٹر کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا جائے اور اس کا غماض ان کے یہ اقدامات ہیں کہ 4300 سکولوں کو انہوں نے پہلے outsource کیا ہے اور اب مزید دس ہزار سکولوں کو private partnership پر دے رہے ہیں تو پھر حکومت کا کیا کام رہ جاتا ہے؟ آئین پاکستان کے مطابق تعلیم کی سہولت فراہم کرنا ہر ریاست اور حکومت کا فرض ہے۔ حکومت پنجاب سکولوں کو privatize کر رہی ہے۔ پہلے 4300 سکولوں کو outsource کر دیا گیا ہے اور اب دس ہزار سکولوں کو private کرنے جا رہے ہیں۔ ان سکولوں کی اربوں روپے کی پراپرٹی، اربوں روپے کی عمارات اور ایکڑوں پر مشتمل یہ سکول پرائیویٹ لوگوں کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔ اس وقت پرائیویٹ سیکٹر کے حالات بھی انتہائی دگرگوں ہیں۔ ایک عام پاکستانی کو اپنے دو، تین یا چار بچوں کو پرائیوٹ سکول کے اندر داخل کرواتے ہوئے خوف محسوس ہوتا ہے کہ وہ ہر مہینے ہزاروں روپے فیس کیسے دے گا؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایجوکیشن کے بارے میں حکومت جو دعوے کرتی ہے عملی طور پر اس میں سنجیدہ نظر نہیں آتی۔

جناب سپیکر! خیبر پختونخوا کی حکومت نے پچھلے سال اپنے ٹوٹل بجٹ کا 25 فیصد ایجوکیشن پر لگایا تھا جبکہ پنجاب حکومت نے اپنے ٹوٹل پنجاب کا 18.5 فیصد تعلیم پر خرچ کیا تھا۔ اب ایک فیصد مزید اس سال کم کر دیا گیا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت کے تمام دعوؤں کی نفی ہے کہ وہ سکولوں کو اہمیت دیتی ہے اور وہ سکولوں پر پہلے سے زیادہ اخراجات کر رہی ہے میں نے اُس کی ہلکی سی جھلک آپ کو دکھائی ہے میں یہ سمجھتا ہوں کہ سکولوں کے سسٹم میں انحطاط کی دو تین بڑی وجوہات ہیں۔ پرائمری تعلیم کو نظر انداز کرنا اور سیاسی شعبدہ بازی کو دیرپا تعلیمی پالیسی پر ترجیح دینا، تعلیم کے لئے مختص ترقیاتی فنڈز کا بھرپور استعمال نہ کرنا اور کئی سالوں سے پنجاب کا تعلیمی بجٹ ساکن ہے یا اُس میں مسلسل کمی واقع ہو رہی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ تعلیم کے اندر بہتری کا جو دعویٰ محترمہ وزیر خزانہ نے کیا تھا ان facts and figures کے ذریعے اُس دعویٰ کی نفی ہوتی ہے جو بجٹ کی کتابوں کے اندر دیئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! دوسرا انتہائی اہم شعبہ انرجی کا ہے انرجی سیکٹر میں crisis کی وجہ سے آج لوڈشیڈنگ کا عذاب سب کو جھیلنا پڑ رہا ہے اور حکمرانوں نے عوام سے وعدہ کیا تھا کہ چھ ماہ میں، پھر کہا دو سال میں لوڈشیڈنگ کا خاتمہ ہو جائے گا آج پانچواں سال جا رہا ہے، لوڈشیڈنگ میں کوئی 19/20 کی کمی

شاید ہوئی ہو لیکن یہ crisisاپنی جگہ پر موجود ہیں اور انرجی crisis کی وجہ سے آج ہماری انڈسٹری بند ہو رہی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ حکومت کا وعدہ کہ وہ انرجی کو اہمیت دیتی ہے وہ وعدہ بالکل غلط ہے جیسے کہ میں نے پہلے آپ کو پڑھ کر سنایا کہ انہوں نے پچھلے سال16-2015 میں انرجی سیکٹر میں 31۔ارب روپے رکھے تھے جس میں سے 11۔ارب روپے خرچ کئے اور17-2016 میں انرجی سیکٹر میں انہوں نے 10۔ارب99 کروڑ روپے رکھے تھے جبکہ اس میں ڈویلپمنٹ کا بجٹ 9۔ارب روپے تھا جس میں سے صرف 3۔ارب36 کروڑ روپیہ خرچ کیا جو 37 فیصد بنتا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی شرمناک صورتحال ہے اور آئندہ سال بجٹ کے اندر انرجی کے ڈویلپمنٹ سیکٹر میں اس بجٹ کو مزید کم کر کے 7۔ارب75 کروڑ روپیہ کر دیا گیا ہے اب ہر طرف لوڈشیڈنگ کا راج ہو، کسان اپنے کھیتوں کو سیراب کرنے سے بیٹھے ہوئے ہوں، عام لوگوں کو لوڈشیڈنگ کا عذاب جھیلنا پڑھ رہا ہو تو ہم ہر طرف یہ شعبدہ بازی، اشتہار بازی، دعوؤں، نعروں کے ذریعے یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ انرجی crisis کے اوپر شاید قابو پالیا گیا ہے تو ایسی صورتحال کے اوپر کسی شاعر نے کیا خوب کہا تھا:

ہارا ہوں کہ دل کو روؤں کہ پیٹوں جگر کو میں
مقدور ہو تو ساتھ رکھوں نوحہ گر کو میں

جناب سپیکر! یہ اتنی اتنی بڑی باتیں کرتے ہیں اور میں نے یہ figures آپ کی بجٹ دستاویز میں سے نکالے ہیں کہ آپ نے16-2015 میں کتنا بجٹ رکھا، 17-2016 میں کتنا بجٹ رکھا اور اس بجٹ میں آپ کتنا پیسا رکھا رہے ہیں؟ اس میں سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ حکومت ہائیڈل پاور جنریشن کے اوپر سنجیدہ نہیں ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ سارے تھرمل منصوبے ہیں اور یہ ایک انتہائی خوفناک رجحان پیدا ہو رہا ہے۔ ہم نے اپنے سارے پاور سیکٹر کو درآمدی ذرائع کے اوپر منتقل کر دیا ہے یعنی کوئلہ، گیس اور آئل وغیرہ تھرمل پاور جنریشن ہے۔ خدانخواستہ کسی بھی ہنگامی صورتحال کی وجہ سے اگر ان چیزوں کی درآمد متاثر ہوتی ہے تو آپ کا پورا ملک مفلوج ہو کر رہ جائے گا۔ (قطع کلامیاں)

(اس مرحلہ پر محترمہ رُخسانہ کوکب کی جانب سے
قائد حزب اختلاف کے خلاف نعرے بازی)

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! آپ خاموش ہو جائیں، آپ کی مہربانی۔ جی، میاں صاحب!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ پوری دنیا میں مختلف معیشتیں 60 فیصد ہائیڈل پاور پر ہیں اور 40 فیصد تیل، گیس اور کوئلے کے اوپر ہیں جبکہ ہمارے ہاں 75 فیصد تھرمل کے اوپر ہیں اور 25 فیصد ہائیڈل کے اوپر ہیں یہ ایک انتہائی خطرناک رجحان ہے اسے ٹھیک کرنے کی ضرورت ہے اور ہمیں اس طرح کے فوری اور ہنگامی اقدامات کرنے کی بجائے بتدریج اور قشدیر یا منصوبہ بندی کے ذریعے سے ہائیڈل پاور پراجیکٹس کو شروع کیا جانا چاہئے۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر تھوڑی سی تفصیل بتاؤں گا۔ بھکھی پاور پلانٹ جو جلد بازی میں مکمل کرنے کے شوق میں چلنے اور افتتاح کے بعد کئی بار خراب ہوا اور کئی ہفتے بند رہنے کے بعد مزید کروڑوں روپے کی لاگت سے اب اس کو دوبارہ شروع کیا جارہا ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! نندی پور پاور پراجیکٹ کا حال پوری قوم کے سامنے ہے اور اس پر اربوں روپیہ اپنی cost سے زیادہ لگا اور وہ کئی مہینوں تک بند بھی رہا۔ اسی طرح ساہیوال پاور پراجیکٹ کا پنجاب حکومت سے کوئی لینا دینا نہیں، یہ سی پیک کا منصوبہ ہے اس کو چائنیز نے مکمل کیا لیکن بدقسمتی سے غیر قانونی طور پر کروڑوں روپے کے اشتہارات ساہیوال پاور پراجیکٹ پر اخبارات کے اندر دیئے جارہے ہیں۔۔۔

(اس مرحلہ پر محترمہ رُخسانہ کوکب کی جانب سے
قائد حزب اختلاف کے خلاف نعرے بازی)

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! آپ اُن کی بات سُنیں Order in the House, order in the House.

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! تو اگر یہ بجلی پیدا بھی کر لیں تو سسٹم کو جب تک اپ گریڈ نہیں کیا جاتا یہ پیداوار بڑھنے کے باوجود عوام تک اس کے ثمرات نہیں پہنچ سکتے اور یہ ٹرانسمیشن سسٹم اپ گریڈ نہیں ہوا۔

جناب سپیکر! خان پور نہر، شیخوپورہ پر 4.5 میگاواٹ کا پاور پلانٹ جس کی لاگت تقریباً 2۔ارب روپے تھی پہلی ہی آزمائش میں زمین بوس ہو گیا اور پنجاب کے انرجی ڈیپارٹمنٹ کی کارکردگی کا اندازہ اسی سے لگایا جا سکتا ہے۔ پنجاب میں مختلف جگہوں پر پانی کا ذخیرہ کر کے نئے ڈیم بنانے کی طرف پنجاب حکومت کی کوئی توجہ نہیں جبکہ بیسیوں ڈیم پانی کو ذخیرہ کر کے بنائے جا سکتے ہیں۔ ہر سال تقریباً 35 بلین ایکڑ فٹ پانی ضائع ہو رہا ہے اور وہ سمندر میں گر رہا ہے۔۔۔ (قطع کلامیاں)

جناب قائم مقام سپیکر: Order in the House, order in the House. محترمہ! میں آپ سے کہہ رہا ہوں، خاموش ہو جائیں۔ جی، میاں صاحب! آپ اپنی بات کریں۔

(اس مرحلہ پر معزز خواتین ممبران حزب اقتدار کی جانب سے
"جھوٹا جھوٹا" کی نعرے بازی)

آپ ان کی بات سنیں۔ جی، میاں صاحب!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! پینے کے صاف پانی پر بہت زیادہ بات ہوئی ہے۔ پچھلے بجٹ میں 30۔ارب روپے کی رقم پینے کے صاف پانی کے لئے رکھی گئی تھی لیکن آپ اندازہ لگائیں---

(اس مرحلہ پر معزز خواتین ممبران حزب اقتدار کی جانب سے
"جھوٹا جھوٹا" کی نعرے بازی)

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ رخسانہ کوکب! کیا آپ نے روزہ نہیں رکھا؟ آپ کی بڑی ہمت ہے۔ اب کوئی میاں صاحب کو interrupt نہیں کرے گا۔ آپ ان کی بات سنیں۔ جی، میاں صاحب! آپ بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! صاف پانی کے لئے 30۔ارب روپے رکھے گئے تھے---

(اس مرحلہ پر معزز خواتین ممبران حزب اقتدار کی جانب سے
"جھوٹا جھوٹا" کی نعرے بازی)

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! آپ بات جاری رکھیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! آپ House in order کرائیں۔ آپ انہیں نعرے لگا لینے دیں میں پھر بات کر لوں گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! آپ بات کریں۔

محترمہ زیب النساء اعوان: جناب سپیکر! یہ جھوٹ بول رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: محترمہ! آپ خاموش ہو جائیں۔ میاں صاحب! آپ بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! اس میں30۔ارب روپے کی رقم۔۔۔

(اس مرحلہ پر معزز خواتین ممبران حزب اقتدار کی جانب سے
"جھوٹا جھوٹا" کی نعرے بازی)

جناب قائم مقام سپیکر: آپ ان کی بات سنیں، خاموش رہیں اور میاں صاحب کی بات مکمل ہونے دیں۔ جی، میاں صاحب!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں اب بجٹ پر بات نہیں کروں گا لیکن مجھے ایک بات یہاں کہنی ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! مہربانی کریں اور بجٹ پر بات کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ یہاں اپوزیشن کے بنچوں پر آ جائیں۔ یہ کوئی طریق کار نہیں ہے۔ کیا آپ نے آنکھ بند کر کے رکھنی ہے اور House in order نہیں کرنا؟ آپ نے چار سال سے ہمیں جس طرح سے دیوار سے لگایا ہوا ہے۔ اپوزیشن ایک بجٹ اجلاس کے دوران بات کرتی ہے تو آپ وہ بھی سننا اور سنوانا نہیں چاہتے۔ اگر آپ House in order نہیں رکھنا چاہتے تو آپ کی مرضی ہے ہم جا رہے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: وہ سن رہے ہیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں آخری دفعہ آپ سے request کروں گا کہ ہم میں سے کوئی ایوان میں نہیں آئے گا۔ آپ تین دن میں بجٹ تقاریر کرائیں اور بجٹ پاس کرا لیں۔ آپ کو مبارک ہو۔ اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کا یہ روّیہ جمہوری روّیہ ہے تو یہ بالکل غلط ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! آپ بات سنیں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں بڑی passion کے ساتھ کہتا ہوں کہ وزیر قانون یہاں بیٹھے ہیں۔ اگر وہ ان روایات کو جنم دیں گے تو پھر ٹھیک ہے اور ہم بھی سوچیں گے کہ ہم نے کیا کرنا ہے۔ رانا ثناء اللہ صاحب جب اپوزیشن میں تھے تو کیا یہاں پر وہ احتجاج نہیں کرتے تھے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میں معزز قائد حزب اختلاف کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ان روایات کو میری طرف سے یا ہماری طرف سے جنم نہیں دیا گیا۔ روایت تو یہ ہے کہ جب قائد ایوان، قائد حزب اختلاف بات کرے یا وزیر خزانہ بجٹ تقریر کرے تو اسے

سنا جاتا ہے۔ یہ نہ سننے کا جو culture ہے اور جو hooting ہے اس حوالے سے آپ کے علم میں ہے کہ ہماری بزنس ایڈوائزری کمیٹی کی میٹنگ میں ان روایات کو promote کرنے کی بات ہوئی تھی بلکہ آگے بڑھانے کی بات ہوئی تھی۔

جناب سپیکر! میں محترم قائد حزب اختلاف کی خدمت میں یہ عرض کروں گا کہ ہم ان روایات کو جو کہ اس معزز ایوان کی روایات ہیں ہم ان کو قائم بھی رکھنا چاہتے ہیں اور آگے بڑھانا بھی چاہتے ہیں۔ آپ بھی ذرا ان چیزوں کا خیال رکھیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب قائم مقام سپیکر: اب کوئی interrupt نہیں کرے گا اور قائد حزب اختلاف کی بات سنے گا۔ جی، میاں صاحب!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں نے گزارش کی تھی کہ اپوزیشن احتجاج کرتی ہے۔ ہم ایوان میں رہتے بھی ہیں، ایوان کو چلاتے بھی ہیں، ایوان میں بیٹھتے بھی ہیں اور احتجاج بھی کرتے ہیں۔ یہ اس جمہوری ایوان کا حُسن ہے۔ یہ پہلی دفعہ نہیں ہو رہا۔ میں نے عرض کی ہے کہ رانا ثناء اللہ صاحب جب ان بنچوں پر بیٹھتے تھے تو احتجاج بھی کرتے تھے۔ یہ طریق کار نہیں ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! آپ بھی تھوڑا خیال کر لیا کریں۔

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! یہ بھی کوئی طریق کار نہیں ہے کہ یہاں پر اپوزیشن کو بات نہ کرنے دی جائے۔

جناب سپیکر! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اگر ایوان بات سننے کو تیار ہے تو ٹھیک ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ ہم بات نہ کریں تو ہم باہر چلے جاتے ہیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: میاں صاحب! یہاں سیٹیاں لانے کی روایت بھی پہلے کبھی نہیں تھی۔ میں نے تو کبھی نہیں دیکھی۔ مجھے اس ایوان کا تقدس زیادہ عزیز ہے۔ جی، میاں صاحب! آپ بات کریں۔

جناب آصف محمود: جناب سپیکر! ہمیں چار سال سے corner کیا ہوا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ باہر جا کر پریس کے سامنے سیٹیاں بجائیں۔ جی، میاں صاحب!

قائد حزب اختلاف (میاں محمود الرشید): جناب سپیکر! میں صاف پینے کے پانی کی بات کر رہا تھا کہ اس کے لئے 30۔ارب روپے رکھے گئے تھے لیکن خرچ صرف 2۔ارب 50 کروڑ روپے ہوئے۔ آپ اندازہ کریں کہ یہ کل بجٹ کا کتنے فیصد بنتا ہے۔ 2۔ارب 50 کروڑ روپے جو خرچ ہوئے ہیں وہ کسی ڈویلپمنٹ پر

خرچ نہیں ہوئے بلکہ بجٹ کا ایک blind head AO-5270 میں خرچ ہوئے ہے تو کچھ پتا نہیں کہ یہ فنڈز کدھر گئے ہیں۔ اس طرح سے 27۔ارب 50 کروڑ روپیہ lapse کر جاتا ہے۔ پینے کے صاف پانی کا کوئی بڑا منصوبہ نہ شروع کیا جاتا ہے اور نہ پایۂ تکمیل تک پہنچتا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سال حکومت نے اس کو مزید کم کر کے 24۔ارب 50 کروڑ روپے کا کر دیا ہے۔ پچھلے سال 30۔ارب تھا۔ 2½۔ارب خرچ ہوا جو غیر ترقیاتی اخراجات ہے۔ پینے کا صاف پانی فراہم کرنے کے لئے ایک penny بھی ان بجٹ کی کتابوں کے اندر مجھے کہیں نظر نہیں آئی۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس میں پچھلے دنوں وزیر اعلیٰ پنجاب نے دو تین ماہ پہلے ایک ہنگامی پریس کانفرنس کی تھی اور اس میں صاف پانی کی کمپنی جو 2014 میں ایک ادارہ بنایا گیا تھا اس کے MD، CEO اور دیگر ذمہ داران کو suspend کیا گیا اور ان کے اوپر فوجداری مقدمات بنا دیئے گئے۔ ان کے بارے میں یہ کہا گیا کہ یہ negligence کے ذمہ دار ہیں۔ پینے کے صاف پانی کا منصوبہ جو 130۔ارب روپے میں مکمل ہونا تھا اب اس کی لاگت 190۔ارب روپے آئے گی۔ اس پر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ 2014 سے لے کر 2017 تک تین سال تک مسلسل اس سے بے اعتنائی برتی گئی اور اس پر کوئی check and balance نہیں رکھا گیا۔ ان افسران کو suspend کیا گیا تو اربوں روپیہ ان کی تنخواہ کی صورت میں ضائع ہو گیا۔ اس میں سے صرف صاف پانی کمپنی کے دفتر کا دو سال 17-2016 کا کرایہ 9 کروڑ روپے ادا کیا گیا ہے۔ یہ صورتحال ہو گی تو میں سمجھتا ہوں کہ صاف پانی کمپنی کی کہانی میں ضرور دو منٹ کے لئے ایوان کے سامنے رکھوں۔ اس کمیٹی نے اپنا پہلا پراجیکٹ 2015 میں شروع کیا گیا اور کام چھ پاکستانی کمپنیوں کو award کیا گیا۔ یہ award فروری 2016 میں ایک letter کے ذریعے cancel کر دیا جاتا ہے یعنی وہ سارے کام ختم کر دیئے جاتے ہیں، پھر دوبارہ اشتہار دیا جاتا ہے اور اس میں بین الاقوامی کمپنیوں کو بھی مدعو کیا جاتا ہے۔ جون 2016 میں یہ اشتہار دیا گیا اور چار سے پانچ ماہ کے process کے بعد دسمبر میں یہ کام مکمل ہوتا ہے اور اس ٹینڈرنگ میں 50 بین الاقوامی کمپنیاں حصہ لیتی ہیں۔ یہ صاف پانی کمپنی چودہ پراجیکٹس کو مختلف کمپنیوں میں تقسیم کرتی ہے جس میں تقریباً تمام چائنیز کمپنیاں ہی یہ tender win کرتی ہیں اور ایک پراجیکٹ کی مالیت تقریباً 140 ملین ڈالر بنتی ہے۔ بدقسمتی سے اس میں ایک چائنیز کمپنی Sino hydro پانچ پراجیکٹ سب سے کم ریٹ پر win کرتی ہے لیکن تماشا کیا ہوتا ہے؟ 7۔دسمبر 2016 کو بیجنگ میں ایک میٹنگ بلائی جاتی ہے اور اس میں تمام چائنیز

کمپنیوں کو مدعو کیا جاتا ہے حالانکہ چاہئے تو یہ تھا کہ جن کمپنیوں نے tender win کئے اور جن کو کام الاٹ ہوئے ہیں ان کی میٹنگ بلائی جاتی لیکن سب کو میٹنگ میں مدعو کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! وزیر اعلیٰ پنجاب لاہور سے ویڈیو لنک کے ذریعے خطاب کرتے ہیں اور وہاں لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ کیوں نا اس ٹینڈر کو cancel کر دیں اور new tender call کریں۔ وہاں پر زیادہ تر وہ کمپنیاں موجود تھیں جن کو کام الاٹ نہیں ہوا تھا لہٰذا وہ دونوں ہاتھ کھڑے کرتی ہیں اور کہتی ہیں کہ ٹھیک ہے اس ٹینڈر کو cancel کر دیں لہٰذا وزیر اعلیٰ پنجاب ان tenders کو cancel کر دیتے ہیں اور ان کمپنیوں کو فارم دیتے ہیں کہ آپ اگر اس فارم کو sign کریں گے تو آپ کی سکیورٹی آپ کو واپس ملے گی ورنہ آپ کی سکیورٹی forfeit کر لی جائے گی۔

جناب سپیکر! مجھے اس بات کی سمجھ نہیں آ رہی کہ یہ سب کچھ کیوں کیا گیا کہ اتنے بڑے پیمانے پر بین الاقوامی کمپنیوں کو یہ کام الاٹ کرنے کے بعد آخر کیوں cancel کر دیا گیا اور اب موجودہ صورتحال کیا ہے؟ 2017 میں نئے سرے سے چھ غیر ملکی کمپنیاں consultancy firms اس میں جاپانی اور یورپین ہیں ان کو consultant hire کیا گیا ہے اور ہر کمپنی کو 40 کروڑ روپے، 40 لاکھ روپے نہیں بلکہ 40 کروڑ روپے consultancy کی fee دی جا رہی ہے تو یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان میں سے کسی ایک consultancy نے بھی ابھی تک اس پر کوئی کنکریٹ چیز سامنے نہیں لا کر دی کہ جس پر کام شروع کیا جا سکے۔ حکمران طبقے کی طرف سے پینے کے صاف پانی کے بارے میں بہت باتیں ہوتی ہیں۔ پچھلے ایک سال میں پورے پنجاب میں 116 فلٹریشن پلانٹس لگائے گئے ہیں جن میں سے 60 فیصد پلانٹس اس وقت بند پڑے ہیں اور صرف 40 فیصد پلانٹس چل رہے ہیں اور وہ بھی آلودہ پانی مہیا کر رہے ہیں۔ ان پلانٹس کے آلودہ پانی مہیا کرنے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ ان کی maintenance کا کوئی نظام نہیں ہے اس کا فلٹر ہر تیسرے دن بدلنا چاہئے اور ہفتے میں ایک مرتبہ اس کی chemical washing ہونی چاہئے لیکن maintenance نہ ہونے کی وجہ سے یہ سارے پلانٹس بند پڑے ہیں اور جو چل رہے ہیں وہ بھی گندا پانی فراہم کر رہے ہیں۔ یہ میرے پاس authentic report ہے اور میرا چیلنج ہے کہ اس کو کوئی بھی غلط ثابت کر کے دکھائے۔

جناب سپیکر! دوسری بات اس کا سب سے افسوسناک پہلو کیا ہے؟ اس کا سب سے افسوسناک پہلو یہ ہے کہ یہ جو فلٹریشن پلانٹ حکومت لگوا رہی ہے اس کا ٹھیکہ KSB company کو ایک کروڑ 20 لاکھ روپے میں دیا گیا ہے کہ وہ اس فلٹریشن پلانٹ کو install کرے اور وہی فلٹریشن پلانٹ پرائیویٹ

سیکٹر میں مجلس خدمت اسلامی اور کئی دوسری این جی اوز صرف20لاکھ روپے میں لگا رہی ہیں۔آپ اندازہ کریں کہ حکومت ایک کروڑ20لاکھ روپے میں جو پلانٹ لگا رہی ہے وہی پلانٹ مجلس خدمت اسلامی اور کئی دوسری این جی اوز صرف20لاکھ روپے میں لگا رہی ہیں اور کون سی کمپنیاں یہ پلانٹس لگا رہی ہیں اس میں سے دو کمپنیاں جن کے نام Water Regimeاور Enviro Pakہیں۔

جناب سپیکر!میں وزیر خزانہ سے یہ گزارش کروں گا کہ کیا کوئی اس طرح کا سسٹم نہیں ہے؟ تو میں اس پر پھر یہ چیلنج کرتا ہوں کہ same plantآپ جا کر لگے ہوئے دیکھ لیں جو کہ اس وقت 20لاکھ روپے میں چل رہے ہیں جبکہ KSB companyحکومت سے وہی پلانٹ ایک کروڑ20لاکھ روپے میں لگوا رہی ہے یعنی ایک کروڑ روپے کی خطیر رقم اور اگر یہ 100فلٹریشن پلانٹس لگائیں تو ایک ارب روپے کی رقم بنتی ہے۔یہ کیا ہو رہا ہے اس کو چیک کریں اور دیکھیں کہ کون اس کا ذمہ دار ہے اتنا بڑا گھپلا اور اتنا بڑا فرق وہ کسی بھی صورت نہیں ہونا چاہئے لہٰذا اس کو چیک کرنے کی ضرورت ہے؟ میرے پاس ایک diagramپڑی ہوئی ہے اس میں تمام شہروں کا لکھا ہوا ہے شاید ہی پنجاب کا کوئی شہر ایسا ہو جس کا پانی حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق ہو اور وہ صحت کے لئے مضر نہ ہو۔یہ تمام شہروں کی تفصیل میرے پاس موجود ہے اور یہ پاکستان کی سرکاری مایہ ناز کمپنی کی طرف سے اعداد وشمار جاری کئے گئے ہیں جن میں سے چند ایک کا ذکر کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں کہ قصور میں 100فیصد، لاہور میں50فیصد، ملتان میں56فیصد، راولپنڈی میں 53فیصد، سرگودھا میں 83فیصد، سیالکوٹ میں 70فیصد، شیخوپورہ میں45فیصد، گوجرانوالہ میں64فیصد، گجرات میں56فیصد، بہاولپور میں60فیصد اور فیصل آباد میں46فیصد آلودہ پانی ہے تو یہ رونگٹے کھڑے کر دینے والے حقائق ہیں کہ ان شہروں میں اتنے فیصد آلودہ پانی اگر شہری پیئیں گے تو ان کی صحت خراب کیوں نہیں ہوگی وہ ہیپاٹائٹس کے مریض کیوں نہیں ہوں گے، ہسپتالوں میں مریضوں کی بھرمار کیوں نہیں ہوگی تو یہ لمحہ فکریہ ہے کہ حکومت نے جب30۔ارب روپے صاف پانی کے لئے رکھے تو پھر بھی کیوں اس پر توجہ نہ دی گئی؟ صاف پانی کمپنی بھاڑ میں جائے اگر وہ کام نہیں کر رہی تھی آپ نے صاف پانی کے لئے 30۔ارب روپے رکھ دیئے اور اس میں سے250۔ارب روپے آپ نے غیر ترقیاتی اخراجات پر لگا دیئے اور باقی 27½۔ارب روپے وہ کدھر گئے؟ سب سے ضروری اس صوبے کے عوام کا بنیادی آئینی اور انسانی حق یہ ہے کہ اس کو پینے کے لئے صاف پانی ملنا چاہئے۔یہ حکومت مسلسل10ویں سال میں جا رہی ہے وہ اگر پینے کے لئے صاف پانی نہیں دے سکی تو باقی سارے دعوؤں پر آپ خود سوچ لیں کہ کس حد تک صداقت ہوگی۔لاہور شہر

میں انتہائی ایک خوفناک صورتحال ہے میں اس شہر کا باسی ہوں اور یہاں کا نمائندہ بھی ہوں میں اس پر ضرور بات کرنا چاہوں گا کہ کھربوں روپے اس کے انفراسٹرکچر پر لگ رہے ہیں جیسا کہ میٹرو، اورنج لائن ٹرین، فلائی اوور اور انڈرپاس بن رہے ہیں تو یہ بڑی اچھی بات ہے لیکن زیر زمین پچھلے 50 سال سے جو اس کا انفراسٹرکچر ہے وہ تباہ و برباد ہو گیا ہے۔ 50 سال پہلے کی سیوریج اور واٹر سپلائی کی piping ہے اس وقت شہر کی آبادی 40 سے 45 لاکھ تھی اور آج دو کروڑ سے متجاوز ہے لیکن اسی انفراسٹرکچر کے ذریعے سے یہ واٹر سپلائی جاری ہے اور اس میں گٹر کا پانی شامل ہو جاتا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ اگر فلائی اوور سے ہٹ کر تھوڑی سی توجہ اس طرف بھی دے دیں تو شاید لاہور کے شہریوں کو پینے کا صاف پانی میسر آ جائے۔

جناب سپیکر! میں اب امن عامہ پر آتا ہوں کہ آپ نے امن عامہ کے لئے پچھلے سال 88۔ارب 63 کروڑ روپے کا بجٹ رکھا اور اس پر 90۔ارب 23 کروڑ روپے خرچ کئے۔ اس سال آپ نے امن عامہ کے لئے 95۔ارب 59 کروڑ روپے رکھے ہیں یعنی 7۔ارب روپے کی پھر ایک چھلانگ لگ گئی ہے اور اس بجٹ میں 7۔ارب روپے کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ اب دیکھنے والی بات یہ ہے کہ ہر سال ہم اربوں روپے پولیس کا بجٹ بڑھاتے جا رہے ہیں کسی سال 5۔ارب اور کسی سال 7۔ارب بڑھا دیتے ہیں لیکن پولیس کی کارکردگی کیا ہے؟ وہ عوام کے جان و مال کے تحفظ میں کتنی کامیاب ہے، مظلوموں کی دادرسی اور عام آدمی کو انصاف کی فراہمی میں وہ کس حد تک perform کر پائی ہے اور ان کی کارکردگی کیا ہے؟ اور ہمارے حکمران تھانہ کلچر کی تبدیلی کا بار بار نعرہ لگاتے ہیں بلکہ پچھلے کئی سالوں سے نعرہ لگا رہے ہیں لیکن یہ تھانہ کلچر کب تبدیل ہو گا کیونکہ وہی حالات ہیں۔

جناب سپیکر! آپ میرے ساتھ کسی دیہاتی علاقہ کے تھانے میں چلے جائیں تو وہاں وہی حالات ہیں کہ عام آدمی تھانے میں جا کر ایف آئی آر نہیں کٹوا سکتا۔ اگر اثر ورسوخ کے ذریعے ایف آئی آر کٹ جائے تو انوسٹی گیشن نہیں کروا سکتا، انوسٹی گیشن کا مرحلہ گزر جائے تو پراسیکیوشن میں مار کھا جاتا ہے اور مجرمان بچ نکلتے ہیں بلکہ heinous crime کے مجرمان کو ملنے والی سزا کی شرح دن بدن کم ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اب جرائم پر قابو پانا ایک خواب بن کر رہ گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ بڑی قابل افسوس بات ہے کہ ہم نے ایک ارب 99 لاکھ روپے سے نئی وردی لے لی ہے۔ خدا کے بندو یہ اچھی بھلی وردی ہے، اس کو کیا ہو گیا ہے کہ آپ ایک ارب روپیہ نئی وردی پر لگا رہے ہیں اور کون سے بجٹ میں نئی وردی کی approval لی تھی، بالکل نہیں

لی تھی؟ اب نئی وردی انتہائی مضحکہ خیز لگتی ہے بلکہ پولیس کے عام سپاہی اس وردی سے تنگ ہیں۔ جب وہ وردی پہن کر جاتے ہیں تو لوگ انہیں پولیس والے نہیں سمجھتے بلکہ کہتے ہیں کہ یہ سکیورٹی ایجنسی کے لوگ آ رہے ہیں۔ پولیس والے خود comment کرتے ہیں کہ یہ نئی وردی ہمارے لئے عذاب بنی ہوئی ہے۔ اچھی بھلی وردی تھی بلکہ ہر آدمی کو پتا تھا کہ ملائشیا کی شرٹ اور خاکی پتلون والی وردی ہے جس کو اب بدل کر ایک ارب روپے کا گورنمنٹ کے خزانے کو ٹیکہ لگایا گیا ہے۔ اس وردی میں کس کی کتنی کمیشن تھی یہ ایک الگ کہانی ہے جس کے متعلق میں یہاں پر بات نہیں کرنا چاہتا لیکن یہ بڑا ظلم ہے کہ بلا وجہ ہی وردی تبدیل کر لی۔ اگر کوئی وجہ ہو، کوئی دلیل ہو، کوئی logic ہو، کوئی ضرورت ہو اور کوئی سوال ہو تو پھر وردی لیں لیکن اگر کوئی وجہ نہیں ہے تو پھر ایک ارب روپیہ پولیس کی وردی بدلنے میں لگا دیں تو اس کی کوئی justification نہیں ہے۔ آپ پولیس کے mind-set کو نہیں بدل سکے، پولیس کے سوچنے کے انداز کو نہیں بدل سکے، پولیس کے رویّوں کو نہیں بدل سکے، پولیس کے کردار کو نہیں بدل سکے، پولیس کی performance کو نہیں بدل سکے اور پولیس کی delivery کو بہتر نہیں بنا سکے لیکن وردی کو بدل دیا ہے جس پر ایک ارب روپے کا ٹیکہ لگایا گیا ہے اور پنجاب کے عوام کے خون پسینے کی کمائی اس وردی پر ضائع کی گئی ہے۔

جناب سپیکر! میں اس پر احتجاج کرتا ہوں کیونکہ یہ پنجاب کے خزانے کے ساتھ صریحاً ظلم ہے اور اس طرح کی وردیوں کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

جناب سپیکر! میں یہاں پر تھانے کے اندر کا صرف ایک آدھ مسئلہ بتاؤں گا لیکن ویسے تو تھانوں میں لائنیں لگی ہوئی ہیں۔ تھانہ سرائے مغل پتوکی ڈسٹرکٹ قصور کا ایک شہری ملک محمد یاسین سکنہ مسلم ٹاؤن جوئیاں والا، کوٹ ہیڈ بلوکی تحصیل پتوکی جو راج گیری کا کام کرتا ہے وہ روتا پیٹتا چار دن پہلے میرے پاس آ کر کہتا ہے کہ میں کسی جگہ پر مکان کی تعمیر کر رہا تھا تو تھانہ سرائے مغل کی پولیس چوکی سؤر سنگھ کا سب انسپکٹر محمد امین اٹھا کر لے جاتا ہے اور کہتا ہے کہ اپنے بھائی سے جانور برآمد کرو ورنہ تم اِدھر ہی ہو۔ چھ دن تک مسلسل اُس پر تشدد کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اپنے پیچھے سے کسی کو بلاؤ جو تمہیں یہاں سے لے جائے۔

جناب سپیکر! میں on the floor of the House یہ بات کہہ رہا ہوں کہ آپ کی مسلم لیگ (ن) کے elected کونسلر امجد بھٹی یونین کونسل نمبر 107 گھمن پھولنگر کے ہیں جوان کو ساتھ لے کر میرے پاس آئے کہ میں بے بس ہو گیا ہوں، میں ڈی پی او کے پاس گیا ہوں، ڈی ایس پی کے پاس

ان کو ساتھ لے کر گیا ہوں لیکن میری کہیں شنوائی نہیں ہو رہی۔ ساتویں دن اس کے ہاتھ باندھ کر پیشاب پلایا جاتا ہے اور پیشاب پلانے کے بعد یہ سب انسپکٹر اسے کہتا ہے کہ اگر نہیں کرو گے تو فضلہ بھی تیرے منہ میں ڈالیں گے۔

جناب سپیکر! یہ تھانہ کلچر کے اندر کے حالات ہیں جو میں بتا رہا ہوں۔ اس کے بعد اس بندے کے عزیز واقارب اپنے زیورات اور مال مویشی بیچ کر ایک لاکھ 60 ہزار روپیہ لا کر اس سب انسپکٹر امین کو دے کر اپنے آدمی کی جان خلاصی کراتے ہیں اور اس دوران ایف آئی آر بھی کٹ جاتی ہے۔ یہ اس کی telephonic گفتگو on record ہے جو میں نے خود سنی ہے جس میں وہ کہتا ہے کہ میرے پاس اتنے پیسے نہیں ہیں اور صرف ایک لاکھ روپے ہیں لیکن وہ سب انسپکٹر کہتا ہے کہ میں دو لاکھ سے کم نہیں لوں گا۔ یہ ساری debate اس سب انسپکٹر کے ساتھ ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر! آپ دیکھیں کہ یہ تھانہ کلچر کے حالات ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے پڑوس صدر قصور میں تین ماہ کے دوران پانچ کمسن بچیوں کے ساتھ زیادتی ہوتی ہے اور تین ماہ میں پانچوں بچیوں کو ایک زیر تعمیر عمارت کے اندر قتل کر دیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! میں نے اس معاملہ پر تحریک التوائے کار بھی جمع کرائی ہے لیکن وہاں پر کوئی جُنبش ہوتی ہے، زمین پھٹتی ہے، آسمان کچھ بولتا ہے اور نہ پولیس کے اندر کوئی حرکت ہوتی ہے بلکہ روٹین میں سارے معاملات اسی طرح سے ہی چل رہے ہیں۔ اگر کوئی باضمیر پولیس افسر کوئی بات کر دے تو اس کے ساتھ وہ حال کرتے ہیں جو کتے کا حال ہوتا ہے۔

جناب سپیکر! میں ایک اور واقعہ بیان کرتا ہوں کہ محمد ارشد ولد قطب الدین، بیلٹ نمبر 6249 جو کہ ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر لاہور کا ہیڈ کانسٹیبل ہے، کسی میٹنگ کے دوران ایس پی صاحب اس کو ماں بہن کی گالیاں دیتے ہیں لیکن اس پڑھے لکھے کانسٹیبل نے کہا کہ آپ مجھے گالی مت دیں کیونکہ ماں بہن کی گالی دینا آپ کو اختیار نہیں ہے لہٰذا آپ میرے ساتھ اس طرح پیش نہ آئیں، میں آپ کا subordinate ضرور ہوں لیکن ماؤں بہنوں کی گالیاں کھانے کے لئے میں یہاں پر ملازم نہیں ہوں۔ ایس پی صاحب جا کر اسے suspend کرتے ہیں اور اس پر کئی چیزیں ڈال کر اس کی انکوائری شروع کروا دیتے ہیں۔ وہ ہیڈ کانسٹیبل بے چارا چھ ماہ سے دربدر کی ٹھوکریں کھاتا پھر رہا ہے، کبھی وہ CCPO کے پاس آتا ہے اور کبھی آئی جی کے پاس آتا ہے۔ اس کی درخواستیں میرے پاس موجود ہیں جس نے وزیراعلیٰ، گورنر اور لیڈر آف اپوزیشن کو بھی درخواست لکھی ہے۔ اس کو suspend کرنے کے بعد جعلی

انکوائری ڈال کر نوکری سے فارغ کر دیا جاتا ہے۔ وہ پوسٹ گریجویٹ ایم اے پاس نوجوان جو پولیس افسران کی چیرہ دستی کے ہاتھوں آج خودکشی کرنے پر تلا ہوا ہے اور مجبور ہے للہذا میں یہ سوال کرتا ہوں کہ پنجاب میں پولیس کیا کر رہی ہے اور تھانوں کے اندر کیا ہو رہا ہے اس لئے ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ ہم ہر سال اربوں روپے کا بجٹ بڑھاتے جائیں مگر پولیس میں بہتری نہیں آ رہی، عوام کے جان و مال کا تحفظ نہیں ہو رہا اور لوگوں کو relief نہیں مل رہا تو اس کا ذمہ دار کون ہے؟

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ نئی نئی فورسز بنانے کی بجائے بنیادی تبدیلیاں یعنی structural changes لائیں، پولیس کو depoliticize کیجئے اور آئی جی کو independent کیجئے۔

جناب سپیکر! میں معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ یہ وزیراعلیٰ پنجاب کا کام نہیں ہے بلکہ یہ آئی جی پنجاب کا prerogative ہے کہ وہ پنجاب کے اضلاع میں DPOs, CPOs اور SPs کو لگائے لیکن اگر آئی جی پنجاب کے ہاتھ پاؤں باندھ کر اسے دفتر میں بٹھا دیں گے اور ایک ڈپٹی سیکرٹری ٹیلیفون اٹھا کر کسی کی posting transfer کروائے گا تو یہی حال ہوگا جو آج کل ہو رہا ہے۔ اس میں کب درستی آئے گی کیونکہ دس سال کوئی تھوڑا ٹائم نہیں ہے؟ اتر پردیش کا وزیراعلیٰ 15 فیصد اپنا ڈویلپمنٹ بجٹ utilize نہیں کر سکا اس لئے اسے resign دینا پڑا لیکن یہاں پر کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ یہاں پر تھانہ کلچر کی تبدیلی، عام آدمی کو انصاف کی فراہمی اور لوگوں کے جان و مال کا تحفظ اب ایک ایسا خواب ہے جو لگتا ہے کہ کبھی شرمندہ تعبیر نہیں ہوگا۔ پولیس کو depoliticize کروائیں، online FIR درج کروائیں تاکہ ایک مظلوم کا جو زور اپنی ایف آئی آر درج کروانے پر لگتا ہے کم از کم وہ اپنی تفتیش پر اتنا زور لگائے تو شاید اس کے ملزمان کیفر کردار تک پہنچ سکیں۔

جناب سپیکر! میں اب ایگریکلچر کی طرف آتا ہوں کہ اس کے بارے میں ہماری حکومت کا خیال ہے اور ان کا یہ دعویٰ ہے کہ ایگریکلچر کی طرف ان کی بہت زیادہ توجہ ہے لیکن معذرت کے ساتھ حقائق اس کے بالکل برعکس ہیں۔ قیام پاکستان کے وقت ایگریکلچر کا GDP میں حصہ 48 فیصد تھا جو اب کم ہو کر 21 فیصد رہ گیا ہے۔

جناب سپیکر! پچھلے سالوں میں ایک آدھ پچھلا سال چھوڑ کے ایگریکلچر میں growth rate minus رہا اور اس تقریر کے اندر محترمہ وزیر خزانہ نے زراعت کے ساتھ کئی شعبہ جات کو گھسا کر اس میں آبپاشی، لائیو سٹاک، Fisheries and Forestry میں کہہ دیا کہ ہم اس کے اوپر 140۔ارب

اور 50 کروڑ روپے لگا رہے ہیں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ پچھلے 9 سالوں سے اس حکومت کی کوئی ایگریکلچر پالیسی نہیں ہے۔ اگر ہے تو ایوان کے اندر آپ بتا دیں کہ ہماری یہ ایگریکلچر پالیسی ہے۔ یہ short term اقدامات ہیں اور یہ long term اقدامات ہیں لیکن نہیں ہے بلکہ ایڈہاک ازم اور ڈنگ ٹپاؤ پالیسی ہے۔ جب شور مچا، کسانوں کی طرف سے مطالبات آئے، احتجاج ہوا، جلسے جلوس ہوئے، آلوؤں کے ٹرک ضائع کئے گئے اور گندم کو آگ لگائی گئی تو بس سبسڈی کے اعلانات کر دیئے گئے کہ سبسڈی 100۔ارب روپے ہو جائے گی، آپ کو یہ facility ہو جائے گی اور آپ کو یہ بھی facility ہو جائے گی لیکن مستقل طور پر کوئی پالیسی نہیں بنائی گئی۔

جناب سپیکر! یہ کتنا بڑا مذاق ہے کہ 17-2016 کے بجٹ میں زراعت کے شعبے میں ڈویلپمنٹ کے لئے 20۔ارب روپے رکھے گئے جس میں سے صرف 7۔ارب 39 کروڑ 90 لاکھ روپے خرچ ہوتے ہیں۔ آپ اندازہ کریں کہ اتنا اہم شعبہ ہے جس کے لئے آپ 20۔ارب روپے رکھتے ہیں اور 7½۔ارب روپے خرچ کرتے ہیں جو کہ صرف 35 فیصد ہے اور اس سے آپ اندازہ لگا لیں کہ کسانوں کو، کاشتکاروں اور زراعت کو حکومت کتنی اہمیت دیتی ہے کہ اس کے اربوں روپے کے فنڈز ہی utilize نہیں ہو پاتے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ امسال انہوں نے 21۔ارب 5 کروڑ روپے زراعت کے شعبہ کی ڈویلپمنٹ کے لئے رکھا ہے جو کہ بہت کم ہے کیونکہ پنجاب کی ضرورت کے مطابق یہ بہت کم ہے۔ ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ کے لئے حکومت نے کوئی قدم نہیں اٹھایا کہ ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ کے اوپر فی ایکڑ پیداوار کیا ہے؟ آپ کے ادھر گندم کی پیداوار فی ایکڑ 30 من ہے اور پانچ میل دور امرتسر چلے جائیں تو وہاں کسان 60 من فی ایکڑ پیداوار لے رہا ہے۔ آپ کیا کر رہے ہیں؟ پچھلے دس سالوں سے آپ کی حکومت ہے لیکن کوئی ریسرچ، کوئی اعلیٰ بیج، کوئی متناسب کھاد، کوئی فارمولا اور کوئی طریقہ ہے؟ وہی جگہ ہے، وہی آب و ہوا ہے، وہی پانی ہے اور وہی انسان ہیں۔ وہ وہاں پر 60 من فی ایکڑ گندم لے رہا ہے اور ہمارا کسان یہاں پر مجبور ہے کہ وہ 30 من فی ایکڑ لے۔

جناب سپیکر! یہ جو سپورٹ پرائس کا اعلان کرتے ہیں کہ گندم 1300 روپے فی من، چاول 2600 روپے من، کپاس 3200 روپے فی من اور گنا 180 روپے فی من خریدا جائے گا لیکن onground تلخ حقائق یہ ہیں کہ جو گندم 1300 روپے فی من تھی وہ 1100 روپے فی من بڑی مشکل سے فروخت ہوئی، بیوپاریوں کے ہاتھ فروخت ہوئی ہے اور آڑھتیوں نے اٹھائی ہے۔ جو چاول

2600روپے فی من تھا وہ 1500 سے 1600روپے من تک فروخت ہوا ہے۔ کپاس 3200روپے فی من کی بجائے 2400روپے فی من فروخت ہوئی ہے۔ گنا 180روپے کی بجائے 155روپے فی من فروخت ہوا ہے۔ کسان کہاں جائے؟ آپ سپورٹ پرائس کا اعلان کرتے ہیں تو آپ کی اس کے اوپر رٹ نہیں ہے؟ آپ اس کے اوپر عملدرآمد نہیں کروا سکتے؟ آپ کسان کو اس کے حقوق نہیں دلوا سکتے؟ جو قیمت آپ نے کسان کے لئے مقرر کی ہے وہ کسانوں کو ملنی چاہئے تھی جو کہ نہیں ملی۔

جناب سپیکر! محترمہ وزیر خزانہ نے بڑے فخر سے کہا کہ ایک لاکھ 6ہزار سے زائد کسانوں کو 11-ارب 50کروڑ روپے کے قرضے دیئے گئے ہیں جس میں سے 92فیصد وہ کسان ہیں جنہوں نے پہلی مرتبہ farmer sector سے قرضہ حاصل کیا۔ یہ تو ابتری کی نشانی ہے کہ کسان اگر خوشحال ہوتا اور کسان اگر خود انحصار ہوتا تو کیا اسے قرضہ لینا پڑتا؟ اگر وہ مجبوری کے عالم میں ہی ہے تو وہ قرضہ لینے جائے گا۔ یہ figures جو ہیں کہ کسانوں کو ہم نے اتنا قرضہ دے دیا تو یہ کوئی شاباش والی figure نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں نے پچھلی دفعہ بھی یہ request کی تھی کہ آپ کسانوں کو ذلیل ورسوا کرنے پٹواریوں، پٹوار خانوں، بنکوں اور تحصیل داروں کے دفاتر میں چکر لگوانے کی بجائے، یہ ایک لمبی جدوجہد ہے جس کے بعد کسان کی قرضہ لینے کی limit منظور ہوتی ہے تو آپ انہیں کسان کریڈٹ کارڈ جاری کیوں نہیں کرتے؟ پورے انڈیا کے اندر کسان کریڈٹ کارڈ ہے۔ کوئی راکٹ سائنس نہیں ہے؟ آپ اتنے بڑے بڑے منصوبے بناتی ہیں، پنجاب کے اندر جو لاکھوں کسان ہیں، کسی کی اگر دو ایکڑ زمین بھی ہے اور 10لاکھ روپے فی ایکڑ اس کی قیمت ہے تو آپ وہاں اسی گاؤں میں اعلان کریں کہ فلاں دن بنک کا نمائندہ بھی ہوگا، تحصیلدار بھی ہوگا اور پٹواری بھی ہوگا تو جو جو کسان قرضہ کے لئے اپنی limit منظور کروانا چاہتے ہیں وہ آجائیں۔ آپ وہاں جائیں اور دنوں کے اندر، ہر گاؤں میں ایک آدھ دن کے اندر جو کسان قرضے کی سہولت سے استفادہ کرنا چاہتے ہیں، انہیں کریڈٹ کارڈ جاری کریں۔ ایک ایکڑ والے کسان کی بھی پانچ لاکھ روپے کی limit منظور ہو جائے گی اور اسے ہر سال پٹواریوں کے پیچھے نہیں بھاگنا پڑے گا بلکہ اس کے پاس کریڈٹ کارڈ ہوگا، وہ بنک میں جائے گا 50ہزار، ایک لاکھ، دو لاکھ، تین لاکھ روپے اور جتنی اس کی ضرورت ہے عزت نفس کے ساتھ اور وقار کے ساتھ اس بنک میں جا کر کسان کریڈٹ کارڈ پیش کر کے اپنی ضرورت کی رقم لے سکے گا اور استعمال کرنے کے بعد وہاں پر دوبارہ جمع کروا دے گا۔

جناب سپیکر! میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ اس سکیم کے اوپر ضرور غور کریں۔ جہاں آپ نت نئی سکیموں کا اعلان کر رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ ہم کسانوں کو بہت زیادہ facilitate کر رہے ہیں تو وہاں آپ اس کسان کریڈٹ کارڈ کو consider کریں کیونکہ آپ کے 60 فیصد چھوٹے کاشتکاروں کا بنیادی مسئلہ ہی فنڈز کی کمی کا ہے جو کہ اس کے ذریعے حل ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! فصلوں کی انشورنس کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ ایک کسان جو 5 یا 10 ایکڑ کا مالک ہے اور اگر کوئی بے موسمی بارش ہو جاتی ہے یا خشک سالی آجاتی ہے تو وہ بے چارہ کئی سالوں کے لئے مقروض ہو جاتا ہے کیونکہ اس کے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں ہے اس لئے کسانوں کی انشورنس پالیسی کی طرف آئیں۔ حکومت پاکستان کا ایگریکلچر ریسرچ کا document میرے پاس ہے جو پنجاب کی کیا تصویر پیش کرتا ہے۔

جناب سپیکر! میں اس کی طرف توجہ بھی دلاؤں گا اور اس ایوان کو بھی اعتماد میں لینا چاہوں گا کہ 14-2013 میں کپاس کا ایریا 6000 ملین ایکڑ تھا جو کہ 17-2016 میں کم ہو کر 4484 ملین ایکڑ رہ گیا ہے یعنی کپاس کے ایریا میں تقریباً ڈیڑھ ملین ایکڑ رقبہ کی کمی واقع ہوئی ہے۔ اس کی bale yield کا 16-2015 میں ٹارگٹ 10500 تھا اور 6343 ہوئی۔ 17-2016 میں ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ کا ٹارگٹ 9500 bales کپاس ہو گی لیکن 6978 ہوئی۔ مسلسل کمی ہے، کپاس کم ہوئی، ایریا بھی کم ہوا اور اس کی پیداوار بھی کم ہوئی۔

جناب سپیکر! 16-2015 میں چاول کا ٹارگٹ ایریا 4448 ملین ایکڑ تھا لیکن 4399 ملین ایکڑ رقبے پر چاول کاشت کیا گیا۔ سال 17-2016 میں ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ کا ٹارگٹ 4448 ملین ایکڑ رقبہ تھا لیکن 4292 ملین ایکڑ پر کاشت ہوا۔ دو ملین ایکڑ یہاں پر out ہے کہ چاول کی فصل بھی کم ہو گئی۔ پچھلے سال چاول کی پیداوار کا ٹارگٹ 3500 ملین ٹن تھا لیکن 3250 ملین ٹن پیدا ہوئے۔ اس سال ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ کا ٹارگٹ 3500 ملین ٹن تھا مگر 3475 ملین ٹن چاول پیدا ہوئے یعنی اس میں بھی decrease ہے۔

جناب سپیکر! دالوں کے اوپر آجائیں تو چنے کی دال اور چنا جو سب سے زیادہ غریب آدمی کی خوراک ہے اور وہ استعمال ہوتا ہے۔ اس کا پچھلے سال ٹارگٹ 2112 ملین ایکڑ تھا لیکن 1820 ملین ایکڑ پر کاشت ہوا۔ اُس کی پیداوار ٹنوں کے اندر ہے وہ اس سال 550 ملین ٹن target تھی، کتنی پیداوار ہوئی؟ 303 ملین ٹن یعنی دو ملین ٹن چنے کی shortage ہے اور چنے کی دال کی shortage ہے اُس کا

ایریا بھی کم ہوا ہے جس پر وہ کاشت ہوتا ہے۔ اُس کے بعد آپ مسور کی دال پر آجائیں، مسور کی دال کا ٹارگٹ ٹنوں کے اندر ہے پچھلے سال 16-2015 میں 5 ملین ٹن تھا اور پیداوار 4 ملین ٹن ہے اس سال 17-2016 میں ٹارگٹ 5 لاکھ 50 ہزار ملین ٹن اور پیدا کتنی ہوتی ہے؟ 3 لاکھ 14 ہزار ملین ٹن یعنی 2 لاکھ ملین ٹن مسور کی دال میں بھی کمی ہے۔ چنے کی دال میں بھی کمی ہے ایریا بھی کم ہو رہا ہے، پیداوار بھی کم ہو رہی ہے۔ ماش کی دال کا ٹارگٹ 375 ملین ٹن تھا پیداوار 315 ملین ٹن یعنی اس میں بھی 50 ملین ٹن کی کمی ہے۔ یہ ایک جمالی figures آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں اور اگر میں پیاز اور potatoes کا ذکر نہ کروں تو پھر بات مکمل نہیں ہوتی۔ ہمارا onion کا ٹارگٹ پچھلے سال 334 ملین ٹن تھا پیداوار 328 ملین ٹن ہوئی اس دفعہ پھر ہمارا ٹارگٹ 334 ملین ٹن تھا پیداوار 300 ملین ٹن یعنی اس دفعہ بھی 34 ملین ٹن پیاز کم پیدا ہوا ہے۔ potatoes کا بھی یہی حال ہے اور یہ جو چیزیں ہم دھڑا دھڑ انڈیا سے منگوا رہے ہیں جس سے ہمارے لوکل کاشتکار تباہ و برباد ہو گئے ہیں۔ وہ اب ان چیزوں کی طرف نہیں آ رہے آپ potatoes دیکھ لیں، ٹماٹر دیکھ لیں، onion دیکھ لیں، لہسن دیکھ لیں یہ ساری چیزیں آپ لاکھوں ٹنوں کے حساب سے انڈیا سے منگوا رہے ہیں جس سے ہماری لوکل زراعت انتہائی تباہی کا شکار ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر! صحت کے اوپر حکومت نے انتہائی قدرے بہتر پالیسی بنائی لیکن یہ جو فنڈز انہوں نے بڑھائے ہیں اس کا impact ہمیں کہیں نظر نہیں آ رہا فنڈز بڑھا دیئے اور خاص طور پر جو وائٹ پیپر کے اندر بھی تھا کہ پچھلے سال آپ نے DHQs اور THQs کو 10۔ارب روپے اپ گریڈ کرنے کے لئے دیئے تھے لیکن کسی جگہ اس سے کوئی واضح تبدیلی اور انقلاب ان ہسپتالوں کے اندر ہمیں نظر نہیں آ رہا۔ 10۔ارب روپیہ اگر گیا تو یہ چیک کرنے کی ضرورت ہے کہ اُس سے بہتری کیوں نہیں آئی؟ اُس میں بہت زیادہ بہتری آنی چاہئے تھی۔ اس وقت پنجاب کے ہسپتالوں کے اندر 15 ہزار کے قریب میل فی میل ڈاکٹرز ہیں اور اگر موجودہ آبادی 10 کروڑ ہو تو 6 ہزار افراد کے لئے ایک ڈاکٹر ہے یہ ہمارے لئے لمحہ فکریہ ہے جبکہ عالمی ادارہ صحت اس کے اوپر کہتا ہے کہ ہزار افراد کے اوپر آپ کو ایک ڈاکٹر چاہئے، 200 افراد کے اوپر ایک dentist چاہئے اور پانچ مریضوں کی دیکھ بھال کے لئے ایک نرس کا ہونا ضروری ہے لیکن ہمارا ابھی تک اس کی طرف کوئی دھیان نہیں اور اس کمی کو پورا کرنے کے لئے حکومت کو جو ٹھوس منصوبہ بندی کرنی چاہئے وہ بھی ہمیں کسی جگہ نظر نہیں آ رہی۔

جناب سپیکر! اس وقت میں اگر پورے پنجاب کی بات کروں جو عام آدمی کا مسئلہ ہے آپ میں اور ہمارے تھوڑے لوگ جن کا privileged کلاس سے تعلق ہے کھاتے پیتے لوگ ہیں اُن کا کوئی ایشو نہیں ہے ہمیں اُن 90 فیصد عام آدمیوں کا ذہن لگا کر سوچنا چاہئے کہ دیہاتوں کے اندر 60 فیصد BHUs خالی پڑے ہیں، وہاں کوئی ڈاکٹر موجود نہیں ہے، شاید کاغذوں میں ہو لیکن وہاں پر dispenser اور دوسرا عملہ لوگوں کو گولیاں دے رہا ہے اور وہ لوگوں کا علاج معالجہ کر رہا ہے جبکہ سب سے زیادہ focus ہمیں BHUs کے اوپر دینا چاہئے، اُن کی تعداد بھی مکمل کرنی چاہئے، اُن کو facilitate کرنا چاہئے تاکہ جو بڑے شہروں کے ہسپتال ہیں اُن پر دباؤ کم ہو سکے، اگر ایک عام آدمی کو کوئی چھوٹی موٹی بیماری ہے اور اُس کا علاج BHUs سے ہو جاتا ہے تو وہ بھاگ کر THQs یا DHQs میں نہیں آئے گا لیکن اگر وہاں پر ڈاکٹرز نہیں ہیں، وہاں پر دوائی نہیں ہے، وہاں کوئی چیز ہے ہی نہیں تو ہر آدمی دوڑ کر ملتان نشتر ہسپتال جائے گا، لاہور کے جناح ہسپتال میں آئے گا اور جو دوسرے بڑے ہسپتال ہیں اُن کی طرف بھاگے گا جن سے دوہرے مسائل پیدا ہوں گے کہ یہاں کہ لوگ بھی deprive ہوں گے اور باہر سے جو آنے جانے کے اخراجات ہیں وہ بھی آپ تصور کر لیں کہ ایک عام آدمی ہزاروں روپے لگا کر یہاں پر کیسے پہنچے گا اور اپنا اعلاج کیسے کروائے گا؟ لاہور شہر کی آبادی اب 2 کروڑ سے تجاوز کر چکی ہے پچھلے 25 سالوں میں یہاں پر کوئی بڑا ہسپتال نہیں بنا۔ پورے پنجاب کا بوجھ لاہور شہر کے اوپر ہے اور عام آبادیوں کے اندر 72 ڈسپنسریاں تھیں جو پہلے کارپوریشن چلایا کرتی تھیں اُس کے بعد وہ ای ڈی او، ہیلتھ کے پاس آگئیں اُن 72 ڈسپنسریوں کی صورتحال یہ ہے کہ صرف 15 ڈسپنسریوں میں ڈاکٹرز موجود ہیں آپ میرے ساتھ آئیں چیک کریں میں نے تین دن پہلے مختلف ڈسپنسریوں کو وزٹ کر کے یہ ڈیٹا حاصل کیا ہے اور باقی تمام ڈسپنسریوں میں سے اکثر و بیشتر ڈسپنسریاں ڈاکٹر نہیں بلکہ ڈسپنسر چلا رہے ہیں اگر لاہور شہر کا یہ حال ہے تو باہر آپ خود اندازہ لگا لیں کہ پورے پنجاب کے اندر کیا حال ہو رہا ہو گا؟

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں جو بڑے ہسپتال ہیں ان کے اندر ICU Wards کے بیڈز میں اضافہ کیا جائے، یہاں پر خصوصی نگہداشت کی وارڈ کے لئے ایم ایس سے جا کر منتیں کرنی پڑتی ہیں اُن کے پاؤں پکڑنے پڑتے ہیں کہ یہ مریض بالکل اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گا اسے آپ ICU میں entertain کر لیں۔ سارے ہسپتالوں کا یہی حال ہے اُس میں میو ہسپتال بھی ہے، جناح ہسپتال بھی ہے اور جنرل ہسپتال بھی ہے یہ صورتحال فوری طور پر ہنگامی بنیادوں پر کرنے والے کام ہیں کہ میو ہسپتال میں 150 بیڈز کی ایمرجنسی ہے میو ہسپتال میں روزانہ اڑھائی ہزار لوگ آ رہے ہیں اُن کا یہ ڈیٹا رجسٹر

چیک کر کے average میں آپ کو بتا رہا ہوں کہ اڑھائی ہزار مریض آ رہے ہیں اور آپ کو بیسیوں مریض فرش کے اوپر، چادروں کے اوپر لیٹے ہوئے اور کرسی پر بیٹھے ڈرپ لگوائی نظر آئیں گے وہ treatment لے رہے ہیں، first aid لے رہے ہیں تو میں یہ سمجھتا ہوں اس کے اوپر حکومت کو خصوصی طور پر توجہ کرنی چاہئے، ایمرجنسی اور آئی سی یو کے اوپر توجہ کر کے بہتری لے کر آئیں ایک مضحکہ خیز صورتحال یہ ہے کہ یہاں پورے پنجاب کے اندر کل وینٹی لیٹرز کی تعداد میں آپ کے سامنے رکھوں تو آپ پریشان ہو جائیں گے کہ یہ کیا ڈیٹا ہے یہ غالباً 540 وینٹی لیٹرز ہیں اور اُن میں سے صرف لاہور کے اندر ان کی تعداد 250 ہے اور باقی 10 اضلاع ایسے ہیں جہاں ڈسٹرکٹ ہیڈ کوارٹر ہسپتال میں ایک وینٹی لیٹرز بھی نہیں ہے، آپ اندازہ کریں اگر آپ اضلاع کہیں گے تو میں اضلاع کے نام بھی آپ کے سامنے لے دوں گا کہ دس ہسپتالوں میں ایک بھی وینٹی لیٹر موجود نہیں ہے یہ کتنا بڑا ظلم ہے اُن اضلاع کی عوام کے ساتھ کہ ہسپتال میں اگر انہیں کچھ اس طرح کی ایمرجنسی آتی ہے اور وہ ایک ضلع چھوڑ کر دوسرے تیسرے ضلع میں سفر کرتا ہے اور کئی مریض راستے میں اللہ کو پیارے ہو جاتے ہیں یہ کتنی بڑی قیمت کا وینٹی لیٹر ہوتا ہے۔ یہ کیوں خرید کر نہیں دیا جاتا، یہ کیوں ensure نہیں کیا جاتا؟ اس دفعہ بجٹ میں کچھ پیسے رکھے ہیں لیکن مجھے یقین ہے کہ وہ بھی بڑے ہسپتالوں میں تقسیم ہو جائیں گے عام آدمی کی باری نہیں آئے گی، پسماندہ اضلاع کی باری نہیں آئے گی اور پسے ہوئے طبقے اس سے محروم رہیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اس وقت کُل 550 وینٹی لیٹرز ہیں، لاہور میں 309 ہیں اور 10 اضلاع میں موجود ہی نہیں ہیں۔ جن اضلاع میں وینٹی لیٹرز موجود نہیں ہیں ان میں قصور، منڈی بہاؤالدین، بھکر، خوشاب، سیالکوٹ، مظفر گڑھ، پاکپتن، اوکاڑہ، خانیوال اور لودھراں ہیں۔ ان شہروں کے کسی ایک سرکاری ہسپتال میں بھی وینٹی لیٹر نہیں ہے۔ باقی جو بیس، بائیس اضلاع بچتے ہیں ان میں آپ 241 وینٹی لیٹرز بانٹ لیں۔ یہ چھوٹی چیزیں نہیں ہیں بلکہ یہ بڑی خوفناک چیزیں ہیں۔ یہ صحت کے لئے بڑی بنیادی چیزیں ہیں۔ جس طرح میں نے BHU کا کہا اسی طرح سے میں یہ عرض کروں گا کہ وینٹی لیٹرز کے بغیر کسی ہسپتال کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ایمرجنسی میں کسی مریض کو handle کرنا پڑا تو پھر کیا کیا جائے گا؟

جناب سپیکر! پچھلے دنوں میں دل کے مریضوں کو stunt ڈالنے کا سکینڈل چلا تھا جو آپ نے اخبارات میں بھی پڑھا ہو گا۔ یہاں پر ہسپتالوں کے اندر کیا ہو رہا ہے؟ یعنی اگر کسی کو cardiac problem نہیں بھی ہے، اسی میو ہسپتال کے اندر لوگوں کے ایکسرے کر کے، ان کی ECG کر کے، انجیو گرافی کر کے، جھوٹے رزلٹ نکال کر ان کو stunt ڈال دیئے گئے۔ جب ایف آئی اے نے اس کی تحقیقات کیں تو بہت خوفناک قسم کی چیزیں سامنے آئیں کہ کس طرح سے ہسپتال کا عملہ اور مختلف لوگ مل کر یہ کام کرتے ہیں۔ ایسے لوگ جو بالکل صحت مند تھے ان کو بھی دو دو، تین تین stunt ڈال دیئے گئے۔ اس پر حکومت کی گرفت نہیں ہے۔

جناب سپیکر! چند سال پہلے پورے پنجاب میں ڈینگی کا بڑا حملہ ہوا اور حکومت نے ڈینگی کے لئے 4 ہزار سے زائد ملازم بھرتی کئے۔ اب صورتحال یہ ہے کہ وہ 4 ہزار ملازم کو اتوار کی چھٹی نہیں ہے اور عید والے دن کی بھی چھٹی نہیں ہے۔ ڈینگی کے سٹاف میں 72 لوگ ایم فل اور پی ایچ ڈی جبکہ 60 فیصد خواتین ہیں۔ یہ چھ سال سے کام کر رہے ہیں لیکن ان کو permanent نہیں کیا جا رہا ہے۔ میری وزیر خزانہ سے استدعا ہے کہ یہ لوگ جو دن رات اپنی جان سے کھیل کر عوام کی خدمت کرتے ہیں for God's sack ان کو اتنا استحقاق تو دیں کہ یہ چھٹی کر سکیں۔ ان کا کنٹریکٹ ہر جون میں renew کیا جاتا ہے اور جب کنٹریکٹ نیا ہوتا ہے تو دو تین مہینے کی تنخواہ نہیں ملتی اور نوبت فاقہ کشی تک آ پہنچتی ہے۔ میری آپ سے استدعا ہے کہ ڈینگی سٹاف میں 60 فیصد خواتین اور اتنے highly qualified ملازمین ہیں تو ان کے مسائل کو نظر انداز نہ کیا جائے ان ملازمین کو فی الفور مستقل کیا جائے۔

جناب سپیکر! 10-2009 میں ایشیئن ڈویلپمنٹ بنک کی طرف سے حکومت کو 34۔ ارب روپے ملے تھے کہ پرائمری ہیلتھ کیئر کو اپ گریڈ کیا جائے۔ اس میں یہ تھا کہ پنجاب بھر کے الائیڈ ہیلتھ پروفیشنل کو اپنی اپنی ٹیکنالوجی میں پی ایچ ڈی کی تعلیم حاصل کرنے کی سہولیات دی جانی تھیں مگر آج تک سوالیہ نشان ہے کہ یہ ایشیئن ڈویلپمنٹ بنک کی طرف سے جو اربوں روپے دیئے گئے تھے ان کا کیا بنا اور وہ کہاں استعمال ہوئے؟

جناب سپیکر! اب میں یہ عرض کروں گا کہ باقی جگہوں پر بھی یہی صورتحال ہے۔ لاہور میں 165 یونین کونسلیں تھیں اب ان کی تعداد بڑھ کر 274 ہو گئی لیکن 100 سے زائد بڑی یونین کونسلوں کے اندر vaccination کے لئے حفاظتی ٹیکہ جات کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ ان vaccination کو مخصوص درجہ حرارت پر فریزر کے اندر رکھا جاتا ہے اور لاہور کی 115 یونین کونسل اس سے خالی ہیں۔

باہر تحصیل ہیڈکوارٹر یا BHU میں آپ تصور کر لیں کہ وہاں کیا حال ہوگا؟ وہاں سرے سے اس کا کوئی انتظام نہیں ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ عالمی ادارہ صحت کی طرف سے بار بار اس پر توجہ دلائی گئی اور یہ مطالبہ تھا کہ ہر دو سال کے بعد حفاظتی ٹیکہ جات کی مہم چلائی جائے گی لیکن جنوری 2015 سے تا حال اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی اور اب تک خسرہ کے دو سو سے زائد کیس رپورٹ ہو چکے ہیں۔ اگر اس پر کنٹرول نہ کیا گیا تو اس سے پورے پنجاب کے اندر خسرے کی وباء پھیلنے کا خطرہ ہے۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ صحت کے بارے میں حکومت یہ سمجھتی ہے کہ وہ بہت زیادہ seriously اقدامات کر رہی ہے۔ میں موہلنوال ڈینٹل ہسپتال کی مثال دوں گا کہ وہ اربوں روپے کی لاگت سے بنا اور دس برس ہو چکے ہیں آج تک وہ بلڈنگ خالی پڑی ہے۔ کارڈیالوجی سنٹر وزیر آباد گوجرانوالہ میں eye wash ہے۔ آپ نے تھوڑا سا سٹاف دیا ہے لیکن وہاں سرجری نہیں ہو رہی ہے اور مکمل equipment نہیں پہنچے۔ میں میاں میر ہسپتال کی مثال دوں گا۔

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے وزیر اعلیٰ پنجاب سے عرض یہ کرنا چاہوں گا کہ خدارا یہ ضدی بچوں کا سا جو روّیہ ہے اس پر نظر ثانی کریں۔ اگر وہ منصوبے چودھری پرویز الٰہی کے دور میں شروع ہوئے تھے اور وہ مکمل ہو گئے ہیں تو آپ ان کو چالو کریں، لوگوں کو facility دیں، اس کے لئے فنڈز منظور کریں اور ان کو equipped کریں تاکہ لوگ مستفید ہو سکیں۔ ہیلتھ پر بہت کچھ کہا جا سکتا ہے لیکن میرے کئی اہم معاملات رہ جائیں گے اس لئے میں ہیلتھ کی بحث کو wind up کرتے ہوئے جنگلات، وائلڈ لائف اور فشریز کی طرف آتا ہوں۔

جناب سپیکر! جنگلات، وائلڈ لائف اور فشریز کے لئے ڈویلپمنٹ بجٹ 4۔ارب 42 کروڑ روپے تھا۔ یہ وائٹ پیپر کا صفحہ نمبر 10 ہے اور خرچ صرف 2۔ارب 71 کروڑ روپے ہوئے یعنی آدھا بجٹ خرچ ہوا۔ آئندہ 3۔ارب 87 کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے یعنی تقریباً ½1 ارب روپے کی اس بجٹ کے اندر بھی کٹوتی کر دی گئی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کو اہم شعبہ نہیں سمجھا جاتا لیکن حقیقت یہ ہے کہ آج جتنی بھی ماحولیاتی آلودگی ہے اور نت نئے مسائل جنم لے رہے ہیں وہ درخت نہ ہونے کی وجہ سے ہی ہیں۔ اوّل تو جنگلات کم تھے اور جو تھے وہ بھی کٹتے چلے جا رہے ہیں۔ عالمی ماہرین کا کہنا ہے کہ کسی بھی ملک کے رقبے کے 20 فیصد حصے پر جنگلات ہونے چاہئیں لیکن پاکستان کے اندر جنگلات 4.8 فیصد ہے یعنی پانچ فیصد سے بھی کم جنگلات ہیں اور جو جنگلات ہیں ان میں ہر سال لاکھوں درخت کاٹے جا رہے ہیں۔

جناب سپیکر!آج سے چند سال پہلے ہمیں نہروں پر، جی ٹی روڈ پر، راجباہوں پر اور دیہاتی راستوں پر لہلہاتے درخت نظر آتے تھے۔ان میں کیکر، شیشم، پیپل، بوہڑ اور نیم کے درخت تھے۔یہ ہماری ثقافت کی پہچان تھے اور آج یہ ساری سڑکیں کلڈ ملڈ ہو گئی ہیں۔جی ٹی روڈ اور نہر کے کنارے کوئی درخت نہ ہیں۔ان درختوں کو کون نگل گیا؟ یہ محکمہ جنگلات کی ملی بھگت سے لوکل پٹواری، محکمہ انہار اور محکمہ جنگلات کے سٹاف کے ذریعے سے یہ ایک انتہائی افسوسناک طرز عمل جاری ہے اور یہ پچھلے کئی سالوں اور دہائیوں سے جاری ہے۔

جناب سپیکر! پچھلے دنوں ہمارے پاس پبلک اکاؤنٹس کمیٹی میں فارسٹ ڈیپارٹمنٹ کے کچھ آڈٹ پیرے آئے، یہ خوفناک صورتحال سامنے آئی کہ ہر فارسٹ کے اندر شاید ہی کوئی ملازم بچا ہو جس پر آڈٹ پیرا نہ ہو، جس کے اوپر انکوائری نہ ہوئی ہو، جس کے اوپر کروڑوں روپے کی ریکوری ثابت نہ ہوئی ہو اور ریکوری کا وہی لگا بندھا ایک طریقہ ہے کہ اگر کسی کے اوپر ایک کروڑ روپے کی ریکوری ہے اور وہ سرکاری ملازم ہے تو اس پر اس کی اپنی تنخواہ سے one third کٹوتی کی جائے گی۔

جناب سپیکر!میں نے سیکرٹری فنشری سے کہا کہ سیکرٹری صاحب یہ سارے جنگل کھا گئے۔ آپ مجھے بتادیں کہ کسی ایک جنگل کے اندر بھی کوئی عملہ ملوث نہیں ہے اور یہ بیسیوں پیرے ہیں اور ان بیسیوں پیروں کے اندر سینکڑوں ملازم ہیں جن پر درختوں کی کٹائی کی ایف آئی آرز ہوئیں اور انکوائریاں ہوئیں تو آپ یہ کیا کر رہے ہیں تو انہوں نے کہا کہ اس میں تو قانون ساکت ہے۔میں نے انہیں کہا، ساتھ فنانس ڈیپارٹمنٹ کو کہا اور لاء ڈیپارٹمنٹ سے بھی request کی کہ آپ نئی legislation کروائیں تاکہ لکڑی چوری کو روکا جاسکے۔

جناب سپیکر!اس وقت صورتحال یہ ہے کہ چیچہ وطنی میں 11ہزار ایکڑ، کمالیہ اور رحیم یار خان، چھانگا مانگا اور شور کوٹ میں 10ہزار ایکڑ پر جنگلات ہیں یہ وہ جنگلات ہیں کہ جن کے اندر ایک تو سرکاری کٹائی ہے اور ایک غیر سرکاری کٹائی چوری یعنی 50 فیصد سے زائد لکڑی چوری کر لی گئی ہے۔ اس میں میرے پاس کئی درخواستیں ہیں جن پر انکوائریاں ہو چکی ہیں جس کی بنیاد پر میں یہ average بات کر رہا ہوں کہ جنگلات کی کٹائی میں آدھی کٹائی حکومت کروا رہی ہے اور آدھی کٹائی، اس میں کمرشل اور نان کمرشل لوگ چوری کر کے اپنی جیبوں کو بھر رہے ہیں۔انہوں نے جنگلات کے اندر بجٹ کو کم کیا ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بجٹ کسی صورت بھی کم نہیں کرنا چاہئے تھا اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ حکومت اور محکمہ فارسٹ کی طرف سے ایک awareness campaign چلائی جائے تاکہ

لوگوں کو جنگلات اور درختوں کی اہمیت سے آگاہ کیا جاسکے کہ ایک درخت 26 لوگوں کو آکسیجن فراہم کرتا ہے۔

جناب سپیکر! آج ہمیں جن مسائل کا سامنا ہے جس میں pollution اور environment کے مسائل ہیں ان سے چھٹکارہ حاصل ہو سکتا ہے لیکن حکومتی اور محکمانہ سطح پر اس کے لئے کوئی خاطر خواہ بجٹ مخصوص نہیں کیا گیا۔ چاہئے تو یہ تھا کہ ان 10 سالوں کے اندر ہر سڑک، ہر ریل کی پٹڑی، ہر نہر اور ہر جی ٹی روڈ درختوں کے ساتھ لہلہا رہی ہوتی لیکن بد قسمتی کے ساتھ جو تھوڑے بہت درخت تھے وہ بھی ختم ہو چکے ہیں۔

جناب سپیکر! Women's development کی بات ہوتی ہے کہ ہماری حکومت عورتوں کو empower کرنے جا رہی ہے اور ہم عورتوں کے بجٹ میں اضافہ کر رہے ہیں۔ میں یہاں پر بجٹ کے حوالے سے تھوڑے سے fact and figures آپ کے سامنے رکھوں گا کہ اس کے لئے بجٹ میں 5 کروڑ 40 لاکھ روپیہ رکھا گیا تھا، نہیں sorry اس میں ایک ڈویلپمنٹ پروگرام ہے Awareness Campaign on Punjab Initiative empowerment کے لئے 5 کروڑ 40 لاکھ روپیہ رکھا گیا تھا اور جس میں سے 4 کروڑ 10 لاکھ 10 ہزار روپے کے اشتہار وزیر اعلیٰ کی تصویروں کے ساتھ چھاپے گئے لیکن اس کے علاوہ پورے سال میں ہمیں عورتوں کی Empowerment کے لئے کوئی activities نظر نہیں آتی۔ Supports for Working women's Hostel 10 کروڑ روپے رکھے گئے تھے لیکن ایک روپیہ بھی خرچ نہیں کیا جاسکا تو یہ کس طرح کی عورتوں کی ڈویلپمنٹ کی بات کرتے ہیں۔ اسی طرح خواتین کو سکوٹریاں فراہم کرنے کے لئے 9 کروڑ روپے پائلٹ پراجیکٹ کے لئے رکھے گئے تھے اس کے لئے اشتہار تو کافی دیئے گئے لیکن اس میں پچھلے سال کے اندر ایک penny بھی خرچ نہیں کی جاسکی تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ عورتوں کے ساتھ مذاق ہے۔ آپ تھوڑا سا بجٹ رکھیں اور اس بجٹ کو آپ اشتہار بازی پر لگا دیں اور real sense میں عورتوں کو empower کرنے کے لئے جو اقدامات ہیں ان کو facilitate کرنے کے لئے جو اقدامات ہیں ان پر ایک روپیہ بھی آپ خرچ نہ کریں۔

جناب سپیکر! یہ ایک سوالیہ نشان ہے آپ جو نعرے لگاتے ہیں ان نعروں کے مطابق عورتوں کے جائز حصہ سے ان کی empowerment کے لئے بے شمار منصوبے شروع کئے جاسکتے ہیں اور وہ

شروع کئے جانے چاہئیں تھے۔اس کے لئے بجٹ میں نہ پچھلی دفعہ کوئی خاطر خواہ رقم رکھی تھی اور نہ ہی اس دفعہ کوئی خاطر خواہ رقم رکھی ہے۔

جناب سپیکر!سپورٹس،آج یہ قومی المیہ ہے کہ ہمارے جتنے بھی قومی کھیل ہیں سب روبہ انحطاط ہیں۔آپ کرکٹ کو لے لیں،آپ ہاکی کو لے لیں،آپ فٹ بال کو لے لیں،آپ کبڈی کو لے لیں،آپ ریسلینگ کو لے لیں اور آپ باسکٹ بال کو لے لیں۔

جناب سپیکر!میں یہ سمجھتا ہوں کہ کیا یہ بالکل حکومت کی ترجیحات کے کسی آخری درجے میں بھی نہیں ہیں؟ہماری نوجوان نسل بڑی تیزی کے ساتھ بے راہ روی کا شکار ہو رہی ہے وہ منشیات کی عادی ہو رہی ہے،وہ جرائم کی دلدل میں پھنستی جا رہی ہے۔پڑھے لکھے نوجوان بڑے شہروں کے اندر گروہوں کی شکل میں وارداتیں کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔آپ کو کوئی احساس نہیں ہے کہ اس ملک کا مستقبل جو نوجوان ہیں ان کی ذہنی اور جسمانی نشوونما کے لئے آپ ان کے ساتھ مذاق کرتے ہیں۔کھیلوں کی مد میں آپ نے پچھلے سال کیا رکھا تھا 3۔ارب 21 کروڑ روپیہ،جس میں سے آپ نے 2۔ارب 7 کروڑ روپے خرچ کئے۔آپ نے اس سال ایک ارب 4 کروڑ روپے رکھے ہیں یعنی اس کا بجٹ one third کر دیا گیا ہے؟ why آپ کو کیا خوف ہے،آپ کیوں کھیل کے میدان میں نوجوان نسل کو نہیں لے کر آنا چاہتے،آپ کیوں نوجوانوں کی پروموشن کی اتنی باتیں کرتے ہیں،آپ کا نوجوانوں کے اوپر focus کیوں نہیں ہے کیا اس کے کوئی سیاسی محرکات ہیں،کیا اس کی یہ وجہ ہو سکتی ہے کہ نوجوانوں کی بہت بڑی تعداد پی ٹی آئی کے ساتھ ہے؟خدا کے لئے ان چیزوں سے باہر نکلیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ نوجوانوں کو کھیلوں کی سہولیات فراہم نہ کرنا یہ ایک اتنا بڑا جرم ہے۔آئندہ جس نسل نے اس ملک کی بھاگ دوڑ کو سنبھالنا ہے۔

جناب سپیکر!میں national level کی بات کر رہا ہوں ناں۔جب آپ کھیلوں کی ترویج کے اوپر،سپورٹس کے اوپر،آپ کی ترجیحات میں وہ نچلے ترین نمبر پر ہے۔آپ نے تھوڑا سا بجٹ رکھا تھا اور وہ بجٹ 3۔ارب 21 کروڑ روپے تھا۔اس کو آپ نے کم کر کے ایک ارب 4 کروڑ روپے کر دیا جس کو 3۔ارب روپے سے 6۔ارب روپے ہونا چاہئے۔آپ ہر تحصیل ہیڈ کوارٹر کے اندر سپورٹس کمپلیکس بنائیں،آپ ہر تھانے کی سطح پر کھیلوں میں نوجوانوں کو facilitate کرنے کے لئے وہاں پر صحت مند مقابلے منعقد کروائیں۔آپ ڈسٹرکٹ کے اندر ان کی ترویج کے لئے آج کے حالات سے مطابقت رکھتے ہیں اس طرح کے اقدامات اٹھائیں۔

جناب سپیکر! میں محترمہ وزیر خزانہ سے یہ گزارش کروں گا کہ خدارا آپ نے یہ جو سپورٹس کا بجٹ ایک ارب روپے کر دیا ہے یہ اونٹ کے منہ میں زیرہ کے مترادف ہے۔ یہاں پر کروڑوں نوجوان ہیں۔ آپ کھیلوں کی ترویج اور ان کی جسمانی صلاحیتوں کو بہتر کرنے کے لئے اقدامات اٹھائیں تاکہ دوسری چیزوں میں نوجوان ملوث نہ ہوں۔

جناب سپیکر! اگر میں یہ آپ سے request کروں کہ وزیراعلیٰ کی block allocations سے پیسے نکال کر اس بجٹ کو 3۔ارب 21 کروڑ روپے کی بجائے 6۔ارب روپے کر دیں تو اس ملک کے کروڑوں نوجوانوں کے اوپر آپ کا احسان ہو گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! بے روزگاری، آپ نے کیا کیا؟ محترمہ وزیر خزانہ نے بڑے فخر سے یہ بات کہی کہ ہم گرین اور اورنج کیب لوگوں کو دے رہے ہیں۔ پچھلے سال بھی ہم نے دی اور اس سال بھی ہم 50 ہزار لوگوں کو اورنج کیب دے رہے ہیں اور اس پر اتنے ارب روپے لگیں گے۔

جناب سپیکر! میں آپ سے گزارش کروں کہ یہ گرین اور اورنج کیب بے روزگاری کا حل نہیں ہیں۔ آپ نے کیا کیا؟ 10 برس میں اس ملک کے نوجوانوں کو روزگار کی فراہمی کے لئے حکومت کی کیا پالیسی ہے؟ اتنا بڑا سفر ہے۔ کوئی پالیسی نہیں ہے۔ کبھی پیلی ٹیکسی آ گئی، کبھی چھوٹا قرضہ آ گیا، کبھی آپ نے یہ گرین کیب اور اورنج کیب دے دی کہ 50 ہزار ٹیکسیاں اور گاڑیاں ہم تقسیم کریں گے۔ اس ملک کے لاکھوں پڑھے لکھے نوجوان، intellectuals، اس ملک کی کریم، اس ملک کا مستقبل brain drain ہو رہا ہے۔ وہ بڑی تیزی کے ساتھ ملک کو چھوڑتے جا رہے ہیں۔ آپ کو احساس زیاں ہی نہیں۔ ایک اندازے کے مطابق، مختلف ایجنسیز کے کہنے کے مطابق اس وقت ایک کروڑ 35 لاکھ نوجوان بے روزگار ہیں، انڈسٹری بند ہوتی جا رہی ہے، انرجی کرائسز کی وجہ سے نئی انڈسٹری لگ نہیں رہی اور یہ لوگ ڈگریاں پکڑ کر، آپ مجھے یہ بتائیں کہ ایک پی ایچ ڈی یا پوسٹ گریجویٹ یہ گرین کیب چلایا کرے گا؟ کتنی گرین کیبیں آپ چھوڑ دیں گے، ایک طرف آپ کا بڑے شہروں کے اندر بڑا زور ہے کہ ہم تو میٹرو چلائیں گے، مسئلہ حل کریں گے، جب آپ میٹرو چلائیں گے تو گرین کیب پر کون بیٹھے گا، ان کو کیوں دے رہے ہیں اور یہ اربوں روپیہ کیوں ضائع کر رہے ہیں؟ آپ لوگوں کو اس طرح کا کوئی viable sustainable programme روزگار کے لئے کیوں نہیں دیتے؟ لوگ ہاتھوں میں ڈگریاں لے کر در بدر کی ٹھوکریں کھاتے پھر رہے ہیں اور اس پورے بجٹ کے اندر میں یہ سمجھتا ہوں کہ کوئی ایک چیز بھی ایسی نہیں ہے کہ جس کے اندر ہم کہہ سکیں کہ اس حکومت نے نوجوانوں کے روزگار کے لئے کوئی

ٹھوس منصوبہ بنایا ہے۔Once again I personally request to محترمہ وزیر خزانہ for God's sake کہ یہ جو تین شعبے ہیں:

1- وومن ڈویلپمنٹ 2- یوتھ کے لئے سپورٹس 3- بے روزگار

جناب سپیکر! آپ کے پورے بجٹ میں اربوں روپیہ ہے، کہانیاں ہیں، اورنج ٹرین پر یہ ہو جائے گا، فلائی اوور پر یہ ہو جائے گا، انفراسٹرکچر میں یہ انقلاب آ جائے گا، کیا آئے گا؟ جن لوگوں نے آئندہ ملک چلانا ہے، جو ہمارے مستقبل کی نسلیں ہیں ان کے لئے ایک penny بھی آپ نے نہیں رکھی۔ ان کو ہم نے بھکاری بنانا ہے، انہیں ٹیکسی ڈرائیور بنانا ہے، ایم اے پاس، ڈبل ایم اے پاس، پی ایچ ڈی لوگوں کو آپ نے کیا دیا ہے؟ آپ اس بجٹ کو revise کریں۔ ایمپلائمنٹ کے لئے، بے روزگاری کے لئے آپ کوئی ٹھوس منصوبہ بندی کریں اور پرائیویٹ سیکٹر کو آپ اپنے ساتھ لگائیں۔ نعروں سے زیادہ دیر آپ نے چلا لی ہے، آپ نے نعروں سے دس سال چلا لی ہے۔ یہ saturation ہے، یہ آپ کی peak ہے۔ کیا آپ بے روزگاری کا مسئلہ ختم کر سکیں گے؟

جناب سپیکر! میں نہیں سمجھتا کہ سارے بے روزگاروں کو روزگار مل سکتا ہے لیکن میں یہ ضرور عرض کروں گا کہ آپ نے کوئی سنجیدہ کوشش تو کی ہوتی، وہ نظر تو آتی کہ یہ سنجیدہ کوشش ہے کہ بے روزگاری کو ہم ختم کریں گے، یہ ہمارا ایکشن پلان ہے، یہ شارٹ ٹرم ہے اور یہ لانگ ٹرم ہے۔ آپ کوئی انسٹیٹیوشن بنا دیں، کوئی ادارے بنا دیں اور لوگوں کو امید پر رکھیں، خدا کے لئے لوگ خودکشیاں کر رہے ہیں۔ آپ تعلیم کے اخراجات سنیں، آپ کو اندازہ نہیں ہے۔ ایک ماں اپنے زیور بیچ کر سمسٹرز کی فیس دیتی ہے، ایک باپ پٹھانوں سے اور دوسروں سے سود پر قرضہ لے کر اپنے بچوں کے سمسٹرز کی فیس 80,80 ہزار، ایک ایک لاکھ روپیہ ادا کرتا ہے اور جب وہ لاکھوں روپے کے مقروض ہو کر اپنے بچوں کو پڑھا لیتے ہیں تو اس کے لئے کوئی نوکری نہیں۔ حکومت خاموش ہے، وہ کدھر جائیں، وہ جرم نہ کریں، وہ اپنے پیٹ کے دوزخ کو بھرنے کے لئے اس طرح کے اقدامات نہ کریں کہ جو وہ اب کر رہے ہیں تو وہ کدھر جائیں گے؟ اس لئے میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ اس پر توجہ دیں اور بے روزگار نوجوانوں کے لئے کوئی ٹھوس منصوبہ پیش کریں۔

جناب سپیکر! ایک انتہائی اہم شعبہ ہاؤسنگ کا ہے۔ یہاں ماشاء اللہ پچھلے کئی سال آشیانہ، آشیانہ ہوتا رہا۔ آشیانہ ہاؤسنگ سکیم، اتنے ارب لگ گئے، اتنے ارب لگ گئے، وہ آشیانہ لاہور میں شروع ہو گئی، فیصل آباد میں ہو گئی، سرگودھا میں ہو گئی، ہر ضلع میں ہو گی، کدھر گئی ہے وہ آشیانہ؟ آشیانہ وہ ایک

افسانہ بن گئی، ختم ہو گئی، بجٹ میں ایک پیسا بھی نہیں ہے، نہ پچھلے بجٹ میں تھا اور نہ اس میں ہے۔ اتنی بڑی باتیں کیں۔ میں ایک دن نکلا، میں نے کہا کہ آشیانہ کی طرف جاتے ہیں۔ وہاں جا کر سر پکڑ کر بیٹھ گیا کہ یہ وہ سکیمیں ہیں جس کی خود وزیر اعلیٰ اور محترمہ وزیر خزانہ بھی اپنے بجٹ میں اتنی بڑی بڑی باتیں کرتے ہیں، 400 کچھ گھر لاہور کے اندر، ایک سو کچھ گھر سرگودھا میں اور اسی طرح چند سو گھر فیصل آباد میں شاید بنے ہیں، اس کے بعد آشیانہ سکیم ٹھپ ہو گئی ہے، اس کا کہیں آگے ہمیں ذکر نہیں ملتا۔

جناب سپیکر! بطور ایک منتخب نمائندے کے کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہم عوام کے بارے میں یہ سوچیں کہ وہ کس طرح سے یا تو آپ پلان اس طرح سے کرتے کہ لاہور کے اندر اور بڑے شہروں، پنڈی کے اوپر، ملتان کے اوپر جو آبادی کا بوجھ ہے اس کو divert کرتے، لوگ دھر ادھر نہ آتے، اب جو وہ یہاں آتے ہیں اور آپ نے نئے شہر بسانے کی کوئی پالیسی یہاں پر نہیں بنائی، اگر یہاں سے پچاس کلومیٹر دور موٹر وے پر یا کسی اور جگہ ایک نیا لاہور آپ آباد کر دیتے تو آج جن مسائل کا لاہور کے شہریوں کو سامنا ہے، جو باہر سے آئے ہیں ان کی زندگی بھی عذاب ہے، جو یہاں کے رہنے والے ہیں ان کی زندگی بھی عذاب ہے۔ آپ بھی سچے ہیں، آپ نے فلائی اوور پر، انڈر پاسز پر، اورنج ٹرین پر، میٹرو پر کھربوں روپے لگا دیئے، گھنٹوں ٹریفک جام رہتی ہے، اس سب کچھ کے باوجود لوگ ذہنی مریض ہو جاتے ہیں، کسی نے جنازے میں جانا ہے، کسی نے فوتیدگی میں جانا ہے، کسی نے ہسپتال پہنچنا ہے، یہ اربوں، کھربوں روپیہ لگانے کے باوجود لوگ گھنٹوں پھنسے رہتے ہیں، مسائل اپنی جگہ پر raw polices کی وجہ سے اسی طرح سے کھڑے ہیں۔ اس شہر کے اوپر آپ کو بوجھ کم کرنا چاہئے تھا۔ اس کی آبادیوں کو باہر لے کر جانا چاہئے تھا۔

جناب سپیکر! آپ نے جو یہاں پر ایک ادارہ ایل ڈی اے بنایا ہے اس سے لاہور تو سنبھالا نہیں جا رہا۔ اربوں روپے نہیں، کھربوں روپے اس کا بجٹ ہے۔ اب وہ چار ضلعوں کے اوپر مشتمل ہو گیا ہے، اس میں قصور بھی ہے، اس میں ننکانہ صاحب بھی ہے، اس میں شیخوپورہ بھی ہے، بھئی! وہ کیا کر رہا ہے؟ اور دیگر جو ترقیاتی ادارے ہیں، آپ نے جو ڈویلپمنٹ اتھارٹیز بنائی ہوئی ہیں، وہ پنڈی ہے، وہ گوجرانوالہ ہے، وہ فیصل آباد ہے، یہ سب کمرشل ادارے بنے ہوئے ہیں، ان کی اوّلین ترجیح کیا ہونی چاہئے تھی؟ ان کی اوّلین ترجیح یہ ہونی چاہئے تھی کہ عام آدمی کو رہائش کی سہولتیں کس طرح سے فراہم کی جا سکتی ہیں، آج ہے کوئی اس پر سوچے؟ لاہور شہر کے اندر تین مرلے کا گھر اگر کوئی بنانا چاہے تو 50 لاکھ روپے اس کو چاہئیں، ایک عام آدمی، ایک مزدور، ایک کلرک، ایک عام ملازم پیشہ آدمی جس کی تنخواہ 30 یا 40 ہزار

مہینہ بھی ہے آپ نے تو یہ کر دیا کہ کم از کم 15 ہزار روپیہ تنخواہ ہو گی، 30 یا 40 ہزار روپیہ تنخواہ لینے والا آدمی بھی مجھے ذرا بیٹھ کر بتائے کہ کہاں گھر بنا سکتا ہے؟ ساری زندگی نہیں بنا سکتا۔ وہ پلاٹ بھی نہیں لے سکتا تو حکومت کیا کر رہی ہے؟ حکومت کا کیا کام ہے؟ حکومت کا کام بس دائرے لگانا ہے۔ یہ حقیقی مسائل ہیں۔ پینے کا صاف پانی آپ نہیں دے رہے، تعلیم کی حالت میں نے آپ کو بتا دی، یہ ہاؤسنگ کے بارے میں، اب چونکہ وقت بھی کم رہ گیا ہے بس میں اس کو wind up ہی کروں گا کیونکہ میرے کچھ اور Heads بھی ہیں، میں چاہ رہا ہوں کہ میں اس کو 3:00 بجے تک wind up کروں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ حکومت کو سنجیدگی کے ساتھ ہاؤسنگ کے شعبہ کو take up کرنا چاہئے۔ اس ایل ڈی اے اور ان اتھارٹیز کے اوپر نگرانی ہو۔ ایل ڈی اے سٹی، اوئے کروڑوں روپے کے اشتہار آ گئے، لوٹ مار مچی ہوئی ہے۔ نہ زمین ہے، نہ پلاننگ ہے، نہ ڈویلپمنٹ ہے، آ جاؤ، آ جاؤ، آ جاؤ جی، ایل ڈی اے سٹی، ایل ڈی اے سٹی، اتنے کا پلاٹ، اتنے کا پلاٹ، کون ہے پوچھنے والا؟ یہ تاریخ کا اتنا بڑا scam ہو گا۔

جناب سپیکر! میں آج ایوان کے floor پر کھڑا ہو کر یہ کہہ رہا ہوں کہ پھر ہم پچھتائیں گے کہ لاکھوں لوگ جو لٹ گئے ہیں یہ کدھر جائیں؟ یہ کیا کریں؟ اس کے اوپر آپ چیک کریں اور ان اداروں کو پابند کریں کہ وہ ماسٹر پلاننگ کے ساتھ ساتھ عام آدمی کو یہ پلاٹ کی فراہمی، رہائش کی فراہمی کا بندوبست کریں ورنہ ایک عام آدمی یہ سوچنے پر مجبور ہو گا کہ ہماری حکومتیں اور ہمارے منتخب نمائندے ہمارے لئے کچھ بھی نہیں کر رہے۔

جناب سپیکر! باب پاکستان، ایک ارب روپیہ آپ نے رکھا، محترمہ وزیر خزانہ سے متوجہ ہوں کہ پچھلی دفعہ میں نے یہاں شور مچایا، بات کی کہ مسلم لیگ قائداعظمؒ کی وارث جماعت ہونے کا دعویٰ کرتی ہے، یہ وہ لاکھوں لوگ مہاجر ہیں جو لٹے، پٹے، جن کے گھر کے لوگ شہید ہوئے، وہ قافلے ادھر والٹن روڈ پر آ کر ٹھہرے، قائداعظم رحمۃ اللہ علیہ نے وہاں پر متعدد دفعہ visit کیا اور لاکھوں لوگوں کی انسانی تاریخ کی سب سے بڑی ہجرت، وہاں پر وہ مہاجر کیمپ بنے اور پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ کی خاطر، کسی کی ماں شہید ہوئی، کسی کا باپ شہید ہوا، کسی کی بیٹی شہید ہوئی، کسی کا بازو کٹا، کسی کی آنکھ ضائع ہوئی اور زبان حال سے انہوں نے پکار پکار کر یہ کہا:

زخم پہ زخم کھا کے جی اپنے لہو کے گھونٹ پی
آہ نہ کر لبوں کو سی یہ عشق ہے دل لگی نہیں
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آج کیا ہے ؟ ان تاریخی قربانیوں کو بھول گئے ہیں۔آپ اربوں روپیہ لگا رہے ہیں لیکن ان شہداء کی یادگار کے لئے ایک ارب روپیہ کہاں گیا؟ ہمارا ضمیر کہاں گیا؟ کہاں گئی ہماری تاریخی وراثت ؟ کہاں گئے آپ کے دعوے کہ آپ پاکستان کی خالق جماعت ہیں ؟ کس نے یہ منصوبہ بنایا؟ 1991 میں اس یادگار کونسل کے چیئرمین میاں محمد نواز شریف تھے اور اس کونسل کے صدر جناب غلام حیدر وائیں وزیراعلیٰ پنجاب تھے اور وائس چیئرمین تین صوبوں کے وزرائے اعلیٰ تھے inaugurate کیا گیا، فیتہ کٹا، میاں محمد نواز شریف وہاں پر افتتاح کرتے ہیں اور آج پچیس سال ہو گئے ہیں وہاں پر جانور بندھے ہوئے ہیں میں رمضان کے اندر یہ بات کہہ رہا ہوں میں وہاں visit کر کے آیا ہوں وہاں اس structure کے اندر گدھے، گھوڑے، گائیں اور بھینسیں چر رہی ہیں۔آپ نے 86 کروڑ روپیہ لگا دیا لیکن پچھلے دس سال سے آپ کو ایک پیسا لگانے کی توفیق نہیں ہوئی کہ آپ اس قومی یادگار کو مکمل کر سکیں This is shame for all of us یہ اتنی شرمناک بات ہے کہ یہ میں کہہ کیا رہا ہوں؟

جناب سپیکر! میں آپ سے یہ عرض کر رہا ہوں کہ جن لوگوں نے وہ ماڈل پاس کیا تھا وہ کون تھے ؟ وہ مشاہیر تھے، پاکستان کے بڑے بڑے نام، صف اوّل کے نام، سبھی لوگ، مذہبی راہنما، ریٹائرڈ ججز، دانشور اور مفکرین پر مشتمل 45 لوگوں کی کمیٹی تھی انہوں نے unanimously اس ڈیزائن کو فائنل کر کے اس آرکیٹیکٹ امجد مختار کو پچاس ہزار روپے کا چیک انعام دیا اور یہ کام شروع ہوا جو آج رکا ہوا ہے۔ میں چار پانچ دن پہلے اخبار کے اندر یہ اشتہار پڑھ کر stunned ہو گیا کہ ہمارے لوگوں کو کیا ہو گیا ہے ؟ خواجہ سعد رفیق وہاں کے ایم این اے ہیں اور میاں نصیر وہاں کے ایم پی اے ہیں۔اس ماڈل پر 86 کروڑ روپیہ لگ چکا ہے اس کا آدھا structure مکمل ہو چکا ہے اور آپ اسے ڈھانے پر مجبور کر رہے ہیں اور اس ماڈل کو change کر کے نیا آرکیٹیکٹ تلاش کر رہے ہیں۔وہ ایک ارب روپیہ ضائع ہو جائے گا اور کیا یہ کسی کو اختیار ہے چاہے وزیراعلیٰ ہوں یا ایم این اے خواجہ سعد ہوں کہ آپ ان قومی قائدین کا منظور کیا ہوا ماڈل اور ڈیزائن reject کر دیں جس پر 86 کروڑ روپیہ خرچ ہو چکا ہے اور آپ ایک نیا آرکیٹیکٹ لے آئیں اور اس کے سامنے ایک کہانی پیش کریں کہ sustainable پروگرام ہونا چاہئے۔ والٹن روڈ پر ایک

سو کنال کی انتہائی قیمتی زمین کے دو دو، چار چار کنال کے پلاٹ بنا کر الاٹ کر دیئے جائیں یا لیز پر دے دیئے جائیں اور وہاں سے جو money آئے گی اس سے اس منصوبے کو چلایا جائے گا۔

جناب سپیکر! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ نے پچھلی دفعہ ایک ارب روپیہ رکھا تھا لیکن اس میں سے ایک پیسا بھی خرچ نہیں ہوا للہٰذا آپ اس کی طرف توجہ دیں اور اس منصوبے پر ایک ڈیڑھ ارب روپیہ لگتا ہے اور یہ مکمل ہو جاتا ہے اور تاریخ میں ہمیشہ آپ کا نام یاد رکھا جائے گا کہ شہدائے پاکستان کی یادگار کو تکمیل کے آخری مراحل میں لے جانے والی پنجاب کی یہ وزیر خزانہ تھیں۔

جناب سپیکر! شہر خموشاں اتھارٹی قبرستان، زندوں کے مسئلے تو اپنی جگہ پر ہیں لیکن آج مردے جن مسائل سے دو چار ہیں کبھی یہ وقت نہیں آیا تھا۔ میں ایک عوامی نمائندہ ہوں نچلی سطح سے، گلی محلے کی سطح سے یہاں تک پہنچا ہوں دس بارہ سال اپنے علاقے کا کونسلر رہا ہوں چیئرمین یونین کونسل بھی رہا ہوں۔ مجھے پتا ہے کہ پچاس پچاس ہزار روپیہ ایک قبر کے لئے لیا جا رہا ہے۔ آئیں میں مثال دیتا ہوں اقبال ٹاؤن چلے جائیں، گلبرگ چلے جائیں یہ posh localities کی بات ہے باہر تو قبرستان ہے ہی کوئی نہیں لوگ اپنی میتوں کو واپس اپنے دیہاتوں میں لے جا رہے ہیں۔ ہم نے آج سے تین سال پہلے شور مچا کر 2۔ارب روپیہ رکھوایا تھا لیکن یہ انتہائی افسوسناک بات ہے کہ پچھلے سال کے بجٹ میں وہ رقم appropriation of funds کے نام پر divert کر کے کسی اور جگہ لگا دی گئی لیکن اسے قبرستان کی زمین کی خرید پر نہیں لگایا گیا۔ یہ ہمارا انتہائی سنجیدہ سماجی اور انسانی مسئلہ ہے۔ ایک آدمی مر جاتا ہے تو اسے مرنے کے لئے بھی پچاس ہزار روپیہ چاہئے تو وہ پچاس ہزار روپیہ کہاں سے لے کر آئے گا۔

جناب سپیکر! میں نے وہ بزرگ اور خواتین روتے دیکھے ہیں جو آکر کہتے ہیں کہ ہماری قبر کا کوئی بندوبست کروا دیں ہمیں یہاں پر مردہ دفن نہیں کرنے دیا جا رہا۔ اگر یہ حالات ہیں تو ہمیں ضرور سوچنا چاہئے آپ نے graveyard کے لئے رقم رکھی ہو گی یا رکھی ہے سنا ہے کہ اس دفعہ آپ ایک ارب روپیہ رکھ رہے ہیں لیکن ایک ارب روپیہ کم ہے۔ اگر یہ رقم بھی رکھی ہے تو اس کو بھی خدا کے لئے appropriation کے نام پر دائیں بائیں نہ ہونے دیں یہ بڑا سنجیدہ اور گھمبیر مسئلہ بن چکا ہے اس لئے اس کے لئے اس رقم کو مزید بڑھائیں، لاہور اتنا بڑا شہر ہے، اتنا زیادہ پھیل چکا ہے اس لئے آپ اس کے چاروں کونوں میں قبرستان کی زمین خرید کر اسے مکمل کریں۔

جناب سپیکر! میرے کئی شعبہ جات رہ گئے ہیں، لوکل گورنمنٹ رہ گئی اور کئی چیزیں رہ گئی ہیں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ جو باتیں ہو گئی ہیں مجھے امید ہے کہ اگر ان پر کچھ بہتری آ سکے تو وزیر خزانہ اس پر ضرور توجہ دیں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ جمہوریت جس کے بدلے آج ہم اس ایوان میں بیٹھے کھل کر اپنے ضمیر کے مطابق بات کر رہے ہیں اس کے ثمرات عام آدمی تک نہیں پہنچے۔ واللہ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ اس کے ثمرات عام آدمی تک نہیں پہنچ پا رہے اس کی چار پانچ وجوہات ہیں۔

جناب سپیکر! پہلی وجہ یہ ہے کہ ہم اپنی ترجیحات کو بدلیں۔ ترجیحات ہر حال میں انسان ہونے چاہئیں، ترجیحات سڑکیں، پل infrastructure نہیں ہے بلکہ ترجیحات انسان ہیں، ان کی صحت ان کی تعلیم ان کے پینے کا صاف پانی کا مسئلہ ہے ان کے جان و مال کا تحفظ ہے۔ اگر آپ انہیں ترجیحات میں لے آئیں تو اس سے بہت بہتر نتائج نکل سکتے ہیں۔

جناب سپیکر! دوسری بات میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس وقت تک governance کے اندر بہتری نہیں آ سکتی جب تک آپ سسٹم کو مضبوط نہیں کرتے۔ میں انوکھی سی بات کر رہا ہوں کہ systems لیکن ہمارے ہاں تو سسٹم ہے ہی کوئی نہیں۔ جب تک systems کو کام نہیں کرنے دیتے کہ ایک عام پاکستانی، ایک عام شہری واپڈا کے دفتر چلا جائے، واسا کے دفتر چلا جائے تو اس کو اسی طرح treat کیا جائے۔ وہ اتنا مضبوط سسٹم ہو کہ اسے کسی سہارے کی ضرورت نہ ہو۔ اسی طرح سے میں سمجھتا ہوں کہ اداروں کی مضبوطی یعنی جب تک ادارے مضبوط نہیں ہوں گے اور ایڈہاک ازم پر کام چلے گا تو اس وقت تک کوئی بہتری نہیں آ سکتی اور rule of law قانون کی حکمرانی یہ صرف نعروں اور دعوؤں میں نظر آتے ہیں لیکن نیچے grass roots level پر کسی جگہ پر rule of law نظر نہیں آتا اور عام آدمی محروم ہے۔

جناب سپیکر! تیسری بڑی بات یہ ہے کہ آپ اختیارات کو decentralize کریں، empower کریں تو اس کے اثرات عام آدمی تک پہنچیں گے۔ اگر آپ یہ نہیں کرتے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ تاثر پنجاب کے اندر one man show ہے یہ بڑا برا تاثر ہے۔ دس سال ہو گئے ہیں اور یہ تاثر کہ وزراء بے اختیار ہیں سب کچھ ایک آدمی یعنی وزیر اعلیٰ ہی کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اب آپ اس تاثر کو آخری سال میں زائل کر دیں اور وزراء کو empower ہونا چاہئے۔ میں وزیر اعلیٰ پنجاب سے بھی گزارش کروں گا کہ for God's sake

بیوروکریسی کے ذریعے حکومت چلانے سے اب باز آ جائیں یہ mind-set ترک کردیں۔ وزراء، ایم پی ایز، منتخب لوگ آپ کی ٹیم ہیں لیکن آپ کا سارا دارو مدار آپ کی پوری تاریخ اس سے بھری پڑی ہے کہ آپ ان کو اہمیت نہیں دیتے ایک ٹیم کے طور پر انہیں ساتھ لے کر نہیں چلتے ان کے ذریعے سے اختیارات استعمال نہیں کرتے بلکہ آپ بیوروکریسی کے بل بوتے پر یہ سارا کچھ کر رہے ہیں اور میں اس کی ایک زندہ مثال یہ سمجھتا ہوں کہ پچھلے دنوں جو ڈی سی اور کمشنر کا نظام بحال کرنا تھا۔ آپ اپنے وزراء کو با اختیار کریں، اپنی ترجیحات کو بدلیں، rule of law قائم کرنے کی کوشش کریں، اختیارات کو decentralize کریں systems کو بہتر کریں، اداروں کو اپنے آئینی حدود کے اندر رہ کر آزادانہ طور پر کام کرنے دیں۔

جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ مختلف اداروں میں سے 60 فیصد محکموں کا اپنے targets کو achieve نہ کرنا، ڈویلپمنٹ فنڈز کا lapse کر جانا اور اس کو utilize نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ ادارے مکمل طور پر ناکام ہو چکے ہیں۔ کسی شاعر نے آج کے پنجاب کا کیا خُوب نقشہ کھینچا ہے کہ:

بر باد گلستاں کرنے کو بس ایک ہی اُلو کافی تھا
ہر شاخ پہ اُلو بیٹھا ہے انجام گلستاں کیا ہو گا

بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: جی، مہربانی۔ اب راجہ شوکت عزیز بھٹی بات کریں گے۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی: اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

مہک میں دھو کر حروف سارے ثنائے رب جلیل لکھوں
جمال لکھوں جمیل لکھوں اسی کو اس کی دلیل لکھوں

جناب سپیکر! کہاں نہیں تھا، کہاں نہیں ہے؟ رحیم و رحمٰن صفات اس کی، بڑی کریم ہے ذات اس کی، صبح اس کے گیت گاتی ہے، سورج ڈوبتا ہے تو اس کی تسبیح پڑھتا ہے، چرند و پرند اسی کے بول الاپتے ہیں اور پتوں کی سرسراہٹ اس کی حمد گاتی ہے۔ میں اللہ تبارک تعالیٰ کے بابرکت نام سے شروع کرتا ہوں۔ آقا و مولا سرور کائنات، امام المرسلین، خاتم النبیین، ختم الرسل، مولائے کل محمد مصطفیٰ کی ذات پر لاکھوں درود و سلام بھیجتے ہوئے عرض کروں گا کہ میرے انتہائی محترم اپوزیشن لیڈر جو پاکستان پیپلز پارٹی اور تحریک انصاف کے اپوزیشن لیڈر ہیں کیونکہ ساری کی ساری پیپلز پارٹی بھی آج کل انہی کی

قیادت میں ہے انہوں نے حضرت عمرؓ کا ذکر کیا ہے۔کاش!اس ذکر کے ساتھ وہ یہ بھی کہہ دیتے کہ حضرت عمرؓ کے دور میں شادی سے پہلے بچے پیدا نہیں کئے جاتے تھے۔کاش!وہ اس بات کا بھی ذکر کر دیتے کہ طلاق کے بعد جائیداد بیوی کے نام نہیں لگائی جاتی تھی۔

جناب قائم مقام سپیکر:راجہ صاحب!مہربانی کر کے بجٹ پر بات کریں۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی:جناب سپیکر!قائد حزب اختلاف نے گورنر ہاؤس اور گورنر صاحب کے اخراجات کا ذکر کیا ہے۔انہوں نے گورنر ہاؤس کے ملازمین کی تنخواہوں اور دوسرے تمام اخراجات کا ذکر کیا اور گورنر ہاؤس کے رقبے پر سخت تنقید کی ہے لیکن انہیں اپنے لیڈر کا بنی گالہ اسلام آباد والا محل جو کہ ساڑھے تین سو ایکڑ پر مشتمل ہے نظر نہیں آیا۔

محترمہ سعدیہ سہیل رانا:جناب سپیکر!وہ گھر ہمارے لیڈر نے قوم کے پیسوں سے نہیں بلکہ اپنے پیسوں سے بنایا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر:راجہ صاحب!بجٹ تک محدود رہیں۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی:جناب سپیکر!قائد حزب اختلاف نے بات کی تھی اور میں تو اس کا جواب دے رہا ہوں۔یہاں میرے بھائی قائد حزب اختلاف نے وومن ڈویلپمنٹ پروگرام پر بھی بات کی ہے۔کاش! وہ خواتین کی عزت پر پہلے بات کر لیتے اور جس دن وزیر خزانہ صاحبہ نے بجٹ پیش کیا تھا اُس دن اس بات کا ذرا سا خیال رکھ لیتے۔

محترمہ سعدیہ سہیل رانا:جناب سپیکر!ماڈل ٹاؤن میں عورتوں پر گولیاں چلانے والے اچھے نہیں لگتے کہ عورتوں کے احترام کی بات کریں۔

راجہ شوکت عزیز بھٹی:جناب سپیکر!قائد حزب اختلاف نے اپنی تقریر میں جب حکومت پنجاب کا ذکر کیا تو انہوں نے وزیراعلیٰ پنجاب کا ذکر نہیں کیا کہ جنہوں نے ورلڈ ریکارڈ بنایا ہے یعنی 112۔ارب روپے کی بچت کی اور مقررہ وقت سے چھ مہینے پہلے پاور پراجیکٹ کو مکمل کروایا ہے۔اس سے پہلے دنیا کا کوئی ریکارڈ نہیں کہ اتنے کم وقت میں اتنا بڑا پاور پلانٹ کسی حکومت نے مکمل کیا ہو۔اس پاور پلانٹ کا ذکر نہیں کیا گیا جبکہ اس کے افتتاح کا ذکر کر دیا گیا۔

جناب سپیکر!میں محترمہ وزیر خزانہ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے 1970۔ارب روپے پر مشتمل پنجاب کی تاریخ کا سب سے بڑا بجٹ پیش کیا ہے۔میرے بھائی قائد حزب اختلاف نے ایجوکیشن

کے حوالے سے جو figures بتائے ہیں وہ درست نہیں۔ پچھلے مالی سال میں ایجوکیشن کی مد میں 312.8 بلین روپے خرچ کئے گئے اور اس دفعہ 335.9 بلین روپے ایجوکیشن کے لئے مختص کئے گئے ہیں۔ میں اس پر وزیر خزانہ کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ 22.1 بلین کی خطیر اضافی رقم انہوں نے اس مالی سال میں ایجوکیشن کے لئے مختص کی ہے شاید یہ اتنا بڑا اضافہ قائد حزب اختلاف کو نظر نہیں آیا۔

جناب سپیکر! شعبہ صحت کے لئے گزشتہ مالی سال یعنی 17-2016 میں 149.9 بلین روپے کی رقم رکھی گئی تھی اس سال اسے بڑھا کر 226.7 بلین روپے کر دیا گیا ہے۔ اس طرح 76.8 بلین روپے کا اضافہ کیا گیا ہے جو شاید اپوزیشن کے دوستوں کی نظر سے نہیں گزرا۔ اسی طرح تحفظ ماحول، Water Supply and Sanitation کی مد میں 12.8 بلین روپے کا اضافہ بھی شاید ان کی نظر سے نہیں گزر سکا۔ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اس بجٹ میں public related شعبہ جات کے لئے 1017۔ ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ یہ پنجاب کے کل بجٹ کا 59 فیصد بنتا ہے۔ اس سے پہلے کسی حکومت نے تعلیم، صحت، امن و امان اور عوامی فلاح و بہبود کے منصوبوں کے لئے اتنی بڑی رقم مختص نہیں کی ہوگی۔ یہ بھی پنجاب کی تاریخ کا ایک ریکارڈ ہے کہ شعبہ صحت کے لئے 269۔ ارب اور 84 کروڑ روپے مختص کئے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! قائد حزب اختلاف نے اپنی تقریر میں پچھلے سال کچھ مختص شدہ رقوم خرچ نہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔ میں اس کی وجہ بتا دیتا ہوں۔ جہاں پر کرپشن کا element تھا اور جہاں حکومت کو خدشہ تھا کہ کہیں یہ پیسے غلط کاموں میں ضائع نہ ہو جائیں تو اس خدشے کے پیش نظر وزیر اعلیٰ پنجاب نے ان رقوم کو خرچ کرنے سے روک دیا۔ چونکہ وہ ان رقوم کے نگہبان ہیں اس لئے انہوں نے ایک ایک پائی کی رکھوالی کی ہے۔ یہاں پر صاف پانی کا ذکر کیا گیا ہے۔ صاف پانی کے لئے خطیر رقم رکھی گئی ہے لیکن اس منصوبے میں جب کروڑوں روپے کی کرپشن سامنے آئی تو اس کو منسوخ کر دیا گیا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے غریب کے ٹیکسوں سے اکٹھی کی گئی رقم پر کوئی compromise نہیں کیا کیونکہ میاں محمد شہباز شریف نے کبھی کسی کو کرپشن کرنے کی اجازت نہیں دی۔ قائد حزب اختلاف اس بات کی نشاندہی کرنے سے قاصر رہے ہیں کہ ہماری حکومت کی طرف سے اربوں اور کروڑوں روپے کی embezzlement کو روکنے کے لئے third party validation کروایا گیا، look after کے لئے مختلف کمپنیوں کو hire کیا گیا تاکہ ایک ایک پائی کا حساب رکھا جا سکے۔ آج ہر محلے اور گلی میں وزیر اعلیٰ کی third party validation کرنے والی کمپنیاں گھومتی ہیں اور ایک ایک پیسے کا حساب لیتی ہیں۔

جناب سپیکر! میں یہ نہیں کہتا کہ on ground کام کرنے والے سارے لوگ ایماندار ہیں۔ کالی بھیڑیں ہر جگہ ہوتی ہیں لیکن پچھلے پانچ سالوں میں گورنمنٹ کے منتخب نمائندے یا ہمارے وزیر کسی کرپشن میں involve نہیں ہوئے۔اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے وہ وقت چلا گیا کہ جب ہر پانچ منٹ بعد میڈیا پر ایک ٹکر چلا کرتا تھا اور کروڑوں روپے کی کرپشن منظر عام پر آتی تھی۔ پچھلے پانچ سالوں میں کوئی ایسا کیس سامنے نہیں آیا۔ سب سے زیادہ کرپشن ریونیو ڈیپارٹمنٹ میں ہوتی تھی اور یہاں لوگوں کو لوٹا جاتا تھا۔ ہماری حکومت نے ریونیو ریکارڈ کو computerize کر کے لوگوں کو اس کرپشن سے محفوظ بنا دیا ہے۔اب اس کے لئے بنک آف پنجاب میں نئے counters کھولنے کے لئے MOU پر دستخط ہوئے ہیں۔ تقریباً 20 ملکوں نے اس صوبے میں سرمایہ کاری کی ہے۔

جناب سپیکر! آپ کو وہ وقت یاد ہوگا کہ جب سابقہ دور میں زلزلہ آیا تو کوئی ملک آپ کو ایک روپیہ دینے کے لئے تیار نہیں تھا، لوگوں نے اپنے طور پر امداد دی اور اُس وقت کی وفاقی حکومت کو کسی ملک نے ایک پائی نہیں دی تھی۔ ہمارے دور حکومت میں 20 ممالک نے صوبہ پنجاب میں سرمایہ کاری کی ہے اور 57 MOUs sign کئے گئے ہیں۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ ہماری قیادت نے ہر کام میں شفافیت کو اپنایا ہے۔ ہمارے قائد نے اگر شفافیت کو نہ اپنایا ہوتا، اگر قیادت بہتری کی طرف اس صوبہ پنجاب کو نہ لے کر جا رہی ہوتی تو پھر 20 ممالک کے لوگ یہاں 57 MOUs sign کرنے کے لئے نہ آتے۔

جناب سپیکر! Farm to market road ایک ایسا پروگرام ہے کہ جس کا میں ذکر نہ کروں تو یہ وزیراعلیٰ کے وژن کے ساتھ زیادتی ہوگی۔ لوگوں کی فصلیں منڈی تک پہنچانے کے لئے اور مریضوں کو بروقت ہسپتال تک پہنچانے کے لئے یہ منصوبہ انتہائی کارآمد ثابت ہوا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب کی تاریخ کا یہ سب سے روشن باب ہے اس کے لئے پچھلے سال ایک خطیر رقم مختص کی گئی تھی اور اس بجٹ میں اس رقم کو ڈبل کر دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے محترمہ وزیر خزانہ کو اس پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ میں اس ایوان میں بیٹھے ہوئے منسٹر انرجی پاور کو بھی سلام پیش کرتا ہوں کہ جن کی منسٹری نے اس ملک و قوم کے پسینے کی کمائی سے 12۔ارب روپے بچائے اور چھ مہینے پہلے پراجیکٹ مکمل کر کے عوام کو دیا ہے۔ یہاں کہا گیا کہ جنگل کٹ گئے ہیں۔ ہم نے آپ کی طرح ایک ارب درخت کاغذوں میں نہیں

لگائے۔ ہم نے لوگوں کو جو deliver کیا وہ on ground موجود ہے۔آپ کو ایک ایک پائی کا حساب مل سکتا ہے۔

جناب سپیکر! ہماری حکومت نے ہیلتھ ڈیپارٹمنٹ میں بہت زیادہ محنت کی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس field میں جتنی محنت ہوئی، اس میں load بہت زیادہ ہونے کی وجہ سے اس منسٹری کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ میں نے اس محکمہ کے منسٹرز کو گلی گلی محلے محلے دھکے کھاتے ہوئے دیکھا۔ وزیراعلیٰ کے وژن اور اُن کے حکم کے مطابق لوگوں کی بنیادی ضروریات اُن کے دروازوں تک پہنچائی گئیں۔

جناب سپیکر! اس سے بڑی اور کیا بات ہو سکتی ہے کہ پورے کا پورا خاندان عوام کی خدمت میں لگا ہے۔ قائد حزب اختلاف والے ایک ایم این اے کا ذکر کرتے ہیں لیکن اُس ایم این اے کا ذکر نہیں کرتے جو وزیراعلیٰ کا پورا پروٹوکول اور اُس کا ہیلی کاپٹر لئے پورا پاکستان پھرتا ہے وہ آپ کو پیسے کا زیاں نہیں لگتا اور اگر ہمارے وزیراعلیٰ کا بیٹا ایک ایم این اے ہونے کے ناطے کسی غریب آدمی کی دادرسی کے لئے کسی گاؤں یا محلے میں پہنچ جائے اُس کا ان کو بڑا درد ہوتا ہے لیکن اُس کے کئے ہوئے کاموں کا بھی کبھی آپ ذکر کر دیں تو میں سمجھوں گا کہ آپ نے حق اور سچ بات کی ہے۔

جناب سپیکر! آبادی بڑھنے کی وجہ سے ڈی ایچ کیو کے مقابلے میں بیسک ہسپتالوں میں مریضوں کا load زیادہ ہو گیا ہے اور انہوں نے ابھی یہ جو پروگرام دیا ہے اُس کے لئے خطیر رقم رکھی ہے میں سمجھتا ہوں کہ عوام کی فلاح کے لئے اس کو اپ گریڈ کرنے جا رہے ہیں یہ بنیادی ضروریات ہیں کیونکہ جب تک لوگ تحصیل کی سطح پر entertain نہیں ہوں گے تو ضلع کی سطح پر اور بھی زیادہ مشکل پیش آئے گی اس وجہ سے میں سمجھتا ہوں کہ اس شعبے پر انہوں نے مہربانی کر کے بہت بڑی رقم رکھی ہے یہ وقت کی ضرورت کے عین مطابق تھی۔

جناب سپیکر! یہاں پر میرے ایک بھائی نے وینٹی لیٹرز کا ذکر کیا انہیں شاید یہ نہیں پتا کہ وینٹی لیٹرز آکسیجن کے زمرے میں ایک نئی مشین ہے۔ اس سے پہلے جب موبائل نہیں ہوتے تھے تو آپ لینڈ لائن پر گزارا کر لیتے تھے اور جب لینڈ لائن نہیں ہوتی تھی تو آپ چھت پر چڑھ کر آواز دے لیا کرتے تھے تو بات یہ ہے کہ جہاں وینٹی لیٹرز نہیں ہیں وہاں آکسیجن کے سلنڈرز والا سسٹم موجود ہے تو اس طرح تو نہ کریں ہم نے جو کیا ہے اُس کا ذکر کریں اور پھر جو کمی ہے اُس کے بارے میں بتائیں تو ہم ماننے کے لئے تیار ہیں۔ یہاں پر میٹرو بس یا اورنج لائن ٹرین کا ذکر ہوتا ہے تو میرے حزب اختلاف

کے دوستوں کا دَم گُھٹتا ہے لیکن ان دوستوں کا اُس وقت دَم کیوں نہیں گُھٹتا تھا جب ایک غریب کی بیٹی دھکے کھاتی ہوئی بے غیرتی کی حد تک ہائی ایس کے ڈبوں میں گھسا کرتی تھی، ساتھ والے مسافر اُس کو ٹھوکریں مارا کرتے تھے، لوگوں کے ساتھ وہ ٹکرایا کرتی تھی تو اُس وقت آپ کی غیرت نہیں جاگتی تھی؟ اگر وزیر اعلیٰ پنجاب نے غریب کی بہو، بیٹی کو باعزت طریقے سے اپنی منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے کروڑوں روپیہ لگایا ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ اُس کا حق تھا اور یہ اُس وزیر اعلیٰ کا کارنامہ بھی ہے۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں باتیں تو بہت کرنا چاہتا تھا لیکن روزے میں اس سے زیادہ گنجائش نہیں ہے تو میں ان اشعار پر اپنی بات کا اختتام کرتا ہوں:۔

اس دیس پر مولا کا کرم ہو کر رہے گا
یہ دہر کسی روز حرم ہو کر رہے گا
گھبراؤ نہ اے زندگانی اس جور و جفا سے
سر تلک قافلہ ہوا ختم ہو کر رہے گا
وہ وقت بھی آئے گا مجنوں پہ شوکت
جو ہاتھ اُٹھے گا قلم ہو کے رہے گا
(نعرہ ہائے تحسین)

جناب قائم مقام سپیکر: بہت شکریہ۔ الحاج محمد الیاس چنیوٹی!

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمدللہ والصلوۃ والسلام علی اللہ نبی بعد۔ قال اللہ تبارک وتعالیٰ۔ قَالَ اجْعَلْنِیْ عَلٰی خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّیْ حَفِیْظٌ عَلِیْمٌ ﴿۵۵﴾

جناب سپیکر! بجٹ حکومت کی ایک اہم دستاویز ہوتی ہے اور آئندہ کی معیشت کا اُس کے اوپر انحصار ہوتا ہے۔ جب نااہل لوگ ملک کو لوٹنے کے در پہ ہوں تو حفاظت کرنے والے اور امانت دار لوگوں کے لئے ضروری ہو جاتا ہے کہ وہ میدان میں آئیں اور خزانے کے نظام کو سنبھالیں۔ سیدنا یوسفؑ نے بھی عزیز مصر کو اسی وجہ سے یہ تجویز دی تھی کہ خزانہ اُن کے سپرد کیا جائے اس لئے یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے لٰہذا میں قائد پنجاب میاں محمد شہباز شریف، محترمہ وزیر خزانہ اور اُن کی ٹیم کو مبارک پیش کرتا ہوں کہ زندگی کے تمام شعبوں کا احاطہ کرنے والا مناسب بجٹ انہوں نے پیش کیا۔

جناب سپیکر!اس وقت ملک کا اہم ترین مسئلہ انرجی crisis کا ہے۔ صوبے کو جیسے اختیارات ملے وزیر اعلیٰ پنجاب نے ذاتی دلچسپی لے کر نندی پور پاور پلانٹ اور ساہیوال کول پاور پلانٹ کو کم سے کم مدت میں مکمل کروا کر دنیا کے سامنے ایک شاہکار پیش کیا ہے۔ یہ حقیقت بات ہے کہ انرجی crisis تمام صوبوں میں تھے، موجود ہیں اور وہ سارے لوگ اس مصیبت میں مبتلا ہیں لیکن میں کہتا ہوں کہ پنجاب کے علاوہ کوئی صوبہ یہ مثال پیش نہیں کر سکتا کہ اُس نے اتنی تندہی کے ساتھ کوئی ایک منصوبہ بھی پایہ تکمیل تک پہنچایا ہو۔ میں انسانیت دوست اور انسانیت کا درد رکھنے والے میاں محمد شہباز شریف کو سلام پیش کرتا ہوں۔

جناب سپیکر! محکمہ تعلیم ہو، زراعت ہو، صحت ہو، جانور پال سکیم ہو اور دیگر تمام شعبوں میں وزیر اعلیٰ پنجاب نے انقلابی اقدامات اُٹھائے ہیں اور بجٹ 18-2017 میں واٹر سپلائی پر 201-ارب اور کتنے کروڑ روپیہ مختص کیا۔ اسی طریقے سے محکمہ تعلیم کی طرف خصوصی توجہ دی اور تعلیم کو عام کرنے کے لئے حکومت پنجاب نے پاکستان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ کم وسیلہ خاندان کے بچوں کو پڑھانے کے لئے سرکاری امداد دی جس سے 25 لاکھ خاندانوں کے بچوں کو تعلیم یافتہ کیا۔ اسی طریقے سے جہاں جنوبی پنجاب کی محرومی کی بات ہوتی ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ جہاں جنوبی پنجاب کی محرومی کی بات ہوتی ہے لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے جنوب میں آخری ضلع رحیم یار خان ہے وہاں بھی چھوٹا موٹا کوئی سکول نہیں بلکہ وہاں پر یونیورسٹی آف انجینئرنگ اینڈ انفارمیشن ٹیکنالوجی کی تکمیل ہو رہی ہے اسی طریقے سے تعلیمی ذوق کو بڑھانے کے لئے سولر لیمپ، لیپ ٹاپ اور دیگر وظائف دے کر ہر ممکن کوشش کی ہے کہ تعلیم کے میدان میں ہم آگے نکل سکیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کمال کی بات ہے کہ آپ کوئی محکمہ لے لیں دشمن بھی اُس کے اوپر کرپشن کے حوالے سے انگلی اُٹھانے کی کوشش نہیں کرے گا۔

جناب سپیکر! کھانا پینا اور حلال اشیاء عوام کو مہیا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے جس کے لئے ایک فوڈ اتھارٹی بنائی گئی۔ ملاوٹ سے پاک اور حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق خورد ونوش کی اشیاء مہیا کرنے کے لئے حکومت نے بڑا پختہ عزم کر رکھا ہے۔

جناب سپیکر! ہماری معیشت میں زراعت ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے اس لئے زراعت کی بہتری کے لئے اور کاشتکاروں کی خوشحالی کے لئے بھی 50-ارب روپیہ مختص کیا گیا ہے۔

جناب سپیکر! ہمارے راستے ٹھیک ہوں گے تو ہم ہر کام آسانی سے اور وقت پر انجام دے سکتے ہیں للہذا ہماری شاہراہیں بہتر ہونی چاہیئں تھیں اُس کے لئے اس بجٹ میں 90۔ ارب روپیہ رکھا گیا ہے اور جیسے میرے بھائی نے ابھی ذکر کیا کہ فارم ٹو مارکیٹ تک کاشتکاروں کی اجناس کو پہنچانے کے لئے وزیر اعلیٰ نے جو پروگرام بنایا اُس سے دیہاتی لوگ بہت خوش ہیں وہاں پر بہترین قسم کے کارپٹ روڈ بن گئے ہیں اور لوگ اپنے دیہاتوں سے نکل کر چند منٹوں میں منڈیوں اور شہروں میں پہنچ رہے ہیں اس سے بہت بڑا فائدہ ہو رہا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سکیم کو مزید آگے بڑھنا چاہئے۔

جناب سپیکر! اب میں اپنے چنیوٹ کے مسائل کی طرف آتا ہوں۔ چنیوٹ، فیصل آباد روڈ جس کا نام خونی روڈ پڑ چکا تھا اور حادثات میں سینکڑوں اموات ہو چکی تھیں، ہزاروں لوگ اپاہج ہو چکے تھے تو میں 2009 سے مطالبہ کر رہا تھا کہ اس کو one way کر دیا جائے۔ حکومت کی اپنی مجبوریاں بھی ہوتی ہیں لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے ہماری درخواست پر توجہ کی اور اس سال ہماری توقع سے بڑھ کر 2۔ ارب 18 کروڑ روپیہ چنیوٹ، فیصل آباد روڈ کو one way کرنے کے لئے جو زمین خریدنی تھی اُس کے لئے فنڈز مختص کر دیئے ہیں۔

جناب سپیکر! میں اہل چنیوٹ کی طرف سے وزیر اعلیٰ پنجاب اور محترمہ وزیر خزانہ کو مبارک پیش کرتا ہوں کہ آپ نے بہت سے ہزاروں نہیں لاکھوں لوگوں کی دعائیں لی ہیں۔

جناب سپیکر! اب میں آپ کی وساطت سے وزیر اعلیٰ سے یہ گزارش کروں گا کہ جیسے ہی یہ بجٹ پاس ہو جاتا ہے اور یہ سکیمیں ongoing ہوتی ہیں۔ وزیر اعلیٰ کی پورے پنجاب کی ہر سکیم پر نگاہ ہوتی ہے وہ اس سکیم کی بھی روزانہ کی بنیاد پر پراگرس رپورٹ لیں تاکہ جلد از جلد اس سڑک کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا جائے تاکہ ہم ہر روز کے حادثات اور اموات سے بچ سکیں۔

جناب سپیکر! چنیوٹ کے دو تین چھوٹے منصوبے میں نے دیئے تھے ان کے لئے تو رقم مختص کی گئی لیکن وزیر اعلیٰ پنجاب کے ڈپٹی سیکرٹری ڈاکٹر فرخ نوید کی طرف سے ہمیں ہدایت آئی تھی کہ 20 کروڑ روپے کی نالی اور سولنگ کی سکیمیں دی جائیں۔ میری 20 کروڑ کی سکیمیں غائب ہو گئی ہیں۔

جناب سپیکر! نو سال ہو چکے ہیں ابھی تک ہمارا ڈسٹرکٹ ہسپتال نہیں اور ڈسٹرکٹ کمپلیکس نہیں بنا۔ میری گزارش ہے کہ اس میں جتنی رکاوٹیں ہیں ان کو دور کر کے ہمارے لئے یہ سہولت مہیا کی جائے۔ میں سکول کے اساتذہ کی اپ گریڈیشن پر حکومت کی تعریف کروں گا کہ ان کا مسئلہ حل کیا گیا ہے

لیکن کالجوں کے لیکچرارز کی اپ گریڈیشن کا کوئی اصول وضع نہیں کیا گیا۔ میری گزارش ہو گی کہ ان کے لئے بھی اپ گریڈیشن کی کوئی سکیم بنائی جائے۔

جناب سپیکر! میں آخر میں یہ کہوں گا کہ حکومت پنجاب نے سولر ٹیوب ویل سکیم چلائی ہے اس سے کاشتکاروں کو بہت فائدہ ہوا ہے۔ سولر ٹیوب ویل آٹھ لاکھ روپے میں لگ جاتا ہے اگر حکومت بنک کے ذریعے اس پر financing کرائے اور ادائیگی اقساط میں ہو جائے تو بجلی کے کرائے میں کمی ہو جائے گی، پانی کی قلت بھی ختم ہو جائے گی اور لوگ شوق سے سولر ٹیوب ویل لگوائیں گے۔ اس طریقے سے ہمارا پنجاب آگے بڑھے گا۔

جناب سپیکر! بہت سے محکمے ایسے ہیں جن کے بارے میں اخباروں میں آتا رہتا ہے کہ ان میں ہزاروں اسامیاں خالی پڑی ہوئی ہیں لیکن کئی کئی سالوں سے ان پر تعیناتی نہیں ہوتی۔ اس وجہ سے محکموں کے کام بھی صحیح طریقے سے نہیں چلتے۔ میری گزارش یہ ہو گی کہ سالانہ بنیادوں پر ہر سال معلوم کر کے جہاں بھی اسامیاں خالی ہوں ان کو پُر کیا جائے۔ بہت شکریہ

جناب قائم مقام سپیکر: شکریہ۔ رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ چودھری فضل الرحمن!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ)!۔۔۔ موجود نہیں ہیں۔ قاضی احمد سعید!

قاضی احمد سعید: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الصلوۃ والسلام و ختم النبیین۔ جناب سپیکر! شکریہ۔ آپ نے مجھے بجٹ 18-2017 پر بات کرنے کا موقع فراہم کیا۔ وزیر خزانہ نے حسب روایت بیوروکریسی کی لکھی لکھائی اور رٹی رٹائی تقریر ایوان میں پڑھ کر سنائی ہے۔ سابقہ بجٹ کی طرح یہ بجٹ ایک نمائش کے طور پر پیش کیا گیا۔

جناب سپیکر! یہ ایک مقدس ایوان ہے، یہ کوئی جلسہ گاہ نہیں ہے کہ آپ بجٹ پیش کریں اور ووٹ مانگیں۔ آپ ووٹ جب مانگیں گے تو الیکشن میں جا کر مانگیں گے۔ میں آپ کی وساطت سے محترمہ وزیر خزانہ کو معذرت سے کہوں گا کہ انہیں یہ زیب نہیں دیتا تھا کہ آپ پنجاب کا بجٹ پیش کریں اور اعداد و شمار سے زیادہ آپ نمود و نمائش اور زیبائشی طور پر بجٹ کو پیش کریں۔

جناب سپیکر! مسلم لیگ (ن) کی حکومت کا یہ پانچواں اور آخری بجٹ ہے۔ چوتھا بجٹ گزر گیا جس میں 550۔ ارب روپے کا ترقیاتی بجٹ تھا۔ یہ حکومت اس میں سے 363۔ ارب روپے خرچ کر سکی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کی جو ٹیم ہے انہوں نے کوئی اچھی کارکردگی نہیں

دکھائی۔ گزشتہ چار سالوں کے بجٹ میں حکومت ایسے منصوبے لائی جس میں نمود و نمائش ہو جیسے میٹرو، اورنج لائن ٹرین، سستی روٹی اور لیپ ٹاپ ہیں۔ بجٹ میں حکومت ایسا کوئی منصوبہ نہیں لا سکی جس سے عوام کو بنیادی سکون میسر ہو۔

جناب سپیکر! ہم نے ہمیشہ اس ایوان میں این ایف سی ایوارڈ کی بات کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ credit پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کو جاتا ہے جس کی وجہ سے آج پنجاب کا اتنا بڑا بجٹ پیش کیا گیا۔ پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت نے این ایف سی ایوارڈ کے ذریعے صوبوں کو ان کی آبادی کے مطابق فنڈز فراہم کئے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ آپ این ایف سی کی بنیاد پر پی ایف سی یعنی صوبائی فنانس کمیشن قائم کریں تاکہ ہمیں پتا ہو کہ ہمارے اضلاع کو کیا فنڈز مل رہے ہیں۔ ہمیں چیختے ہوئے پانچ سال ہو گئے ہیں لیکن پنجاب حکومت کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی۔

جناب سپیکر! میں ایک بات ضرور کہوں گا کہ خدا کی قسم وزیر خزانہ نے ایک بات سچ کہی ہے اور وہ یہ ہے کہ "مسلم لیگ (ن) کی حکومت سے قبل جنوبی پنجاب کے عوام سے روا رکھے گئے سلوک سے کون واقف نہیں ہے۔ یہ تو ہم کہتے رہے ہیں اور یہ داستان جتنی طویل ہے اتنی دردناک بھی ہے۔ ہم یہ گزارشات پچھلے چار سال بھی کرتے رہے ہیں اور جنوبی پنجاب کے عوام کے حقوق کے نعرے بڑے بڑے عہدوں پر پہنچنے والے سیاستدانوں نے اقتدار کے حصول کے بعد اس خطے کے عوام کو جس طرح فراموش کیا میں اس کی تفصیل میں جانا مناسب نہیں سمجھتا۔ میں کہتا ہوں کہ آپ نے سچ کہا ہے۔

جناب سپیکر! تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ گزشتہ 32 سالوں میں پنجاب پر 24 سال مسلم لیگ (ن) کی حکومت رہی ہے۔ میں facts and figures سے بات کروں گا کہ 1985 میں میاں محمد نواز شریف وزیر اعلیٰ رہے۔ 1988 کے انتخابات کی بدولت آنریبل میاں محمد نواز شریف وزیر اعلیٰ رہے۔ 1990 میں بھی وہ وزیر اعلیٰ تھے۔ 1993 میں تین ساڑھے تین سال کے لئے مخلوط حکومت بنی جس میں وٹو صاحب اور نکئی صاحب وزیر اعلیٰ بنے۔ اس کے بعد 1997 کے الیکشن میں معزز میاں محمد شہباز شریف وزیر اعلیٰ بنے۔ اس کے بعد 2002 کے الیکشن میں مسلم لیگ (ق) کی حکومت بنی اور انہوں نے پانچ سال کام کیا۔ 2008 سے لے کر اب تک 9 سال سے پھر مسلم لیگ (ن) کی حکومت ہے۔ ان 32 سالوں میں 24 سال مسلم لیگ (ن) کی حکومت اور 8 سال دوسری مختلف پارٹیوں کی حکومت رہی۔

جناب سپیکر! میرا مسلم لیگ(ق) سے سیاسی اور نظریاتی اختلاف ہے۔ میں یہی گزارش کرتا ہوں کہ آپ صرف دو چار شہروں کے لوگوں کوfocus نہ کریں۔ آپ لاہور کو پنجاب نہ سمجھیں بلکہ پنجاب دس کروڑ عوام کا ایک وسیع ترین علاقہ ہے۔ پہلے جنوبی پنجاب کی بات نہیں تھی لیکن جب حق تلفی ہوئی تو جنوبی پنجاب کی بات سامنے آئی۔ مسلم لیگ(ق) کے چودھری پرویز الٰہی جب پنجاب کے وزیر اعلیٰ تھے تو ہمارا ان سے اس وقت نظریاتی اور سیاسی اختلاف تھا لیکن میں اس بات کوappreciate کرتا ہوں کہ ملتان میں کارڈیالوجی سنٹر بنایا گیا جس سے پورا جنوبی پنجاب فائدہ اٹھا رہا ہے۔ رحیم یار خان کو میڈیکل کالج دیا گیا، بہاولپور کو ہسپتال دیا گیا، جنوبی پنجاب کوunder passes اور roads دیئے گئے۔ مجھے معلوم نہیں آپ کے علاقہ میں کس حد تک ترقی کرائی گئی۔

جناب سپیکر! میری محترمہ وزیر خزانہ سے یہی گزارش ہے کہ جنوبی پنجاب کے عوام کے لئے ایسے منصوبے لائیں۔ آپ راجن پور کے سکول کو جب لاہور اور فیصل آباد کے سکول کے برابر لائیں گے تب ہم مانیں گے۔ جب آپ رحیم یار خان کے کالج کو ساہیوال کے اور گوجرانوالہ کے کالج کے برابر لائیں گے تب ہم مانیں گے کہ آپ نے جنوبی پنجاب کے بارے میں سوچا ہے۔ آپ جنوبی پنجاب کے جس علاقے سے تعلق رکھتے ہیں اور آپ جس منصب پر بیٹھے ہیں آپ اس پر بات نہیں کریں گے کیا یہ غلط بات ہے کہ راجن پور، ڈی جی خان یا رحیم یار خان ہو وہاں لوگوں کے چلنے کے لئے راستے تک نہیں ہیں اور پینے کے لئے پانی نہیں ہے، جانور اور انسان ایک ٹوبے سے پانی پیتے ہیں تو لوگوں کا معیار زندگی کہاں تک ہے؟ آج اخبارات میں کروڑوں روپے کے بڑے بڑے اشتہارات دیکھے۔ اگر یہ پیسا خرچ ہوا تب ہم مانیں گے اگر سابقہ ادوار کی طرح 15 یا 16 فیصد پیسا خرچ ہوا اور باقی کا پیسا آپ اپنے من پسند منصوبوں پر خرچ کر لیں اور خزانے کی کنجی صرف اپنے پاس ہی رکھیں تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ سراسر زیادتی ہو گی۔

جناب قائم مقام سپیکر: قاضی صاحب! کیا موٹروے آپ کے علاقے سے گزر رہی ہے؟

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! میں ابھی آپ کو یہ تمام چیزیںexplain کرتا ہوں۔

جناب قائم مقام سپیکر: قاضی صاحب! میں نے ویسے ہی پوچھا ہے کہ کیا موٹروے آپ کے علاقے سے گزر رہی ہے؟

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! میں ابھی آپ کو بتاتا ہوں۔ یہ حقیقت ہے میں سمجھتا ہوں کہ سی پیک کا منصوبہ ملکی ترقی کے لئے پیش خیمہ ثابت ہو گا۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ شروع میں سی پیک، چائنا اور گوادر کے یہ منصوبے پر سابق صدر آصف علی زرداری نے sign کئے۔ یہ بات توجہ طلب ہے کہ سی پیک منصوبہ جن جن علاقوں میں سے گزر رہا ہے اور جتنی تیزی سے کام ہو رہا ہے میں اس کو بھی appreciate کرتا ہوں۔ ان کاموں کے لئے جو بھی میٹریل بجری، سریا اور دوسرے ٹریلر جن سڑکوں سے گزر رہے ہیں ان کی حالت زار بھی دیکھیں۔ 20 سال میں جو سڑکیں بنی تھیں تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ سڑکیں آئندہ 20 سال میں بھی مکمل نہیں ہو سکیں گی۔ حکومت کو ہر طرف دھیان دینا پڑے گا۔

جناب قائم مقام سپیکر: قاضی صاحب! کیا موٹروے آپ کے علاقے سے گزر رہی ہے؟

قاضی احمد سعید: جناب سپیکر! جی، بالکل، میرے حلقے سے موٹروے گزر رہی ہے۔ میں تنقید برائے تنقید کرنے والا بندہ نہیں ہوں میں نے ہمیشہ یہ بات کہی ہے کہ اس موٹروے سے ہمارے علاقے اور ہماری قوم کو فائدہ ہو گا۔ بجٹ والے دن جو تماشا لگا ہے مجھے اس بات کا دلی افسوس ہے یہ سب کچھ نہیں ہونا چاہئے تھا۔ وزیر اعلیٰ پنجاب جب وزیر اعلیٰ بنے تو ہم نے ان کو اس floor پر مبارکباد دی تھی۔ انہوں نے اس دن فرمایا تھا کہ میں اپوزیشن کو ساتھ لے کر چلوں گا میں ان کی رائے لوں گا اور جہاں ان کی مناسب کوئی نمائندگی ہو گی وہ انہیں دوں گا لیکن چار سالوں میں اپوزیشن کو دیوار سے لگایا گیا اپوزیشن کو فنڈز نہیں دیئے گئے۔ ڈویلپمنٹ کمیٹیوں میں اپوزیشن کو جگہ نہیں دی گئی جبکہ پورے ملک کے جو بقیہ تینوں صوبے ہیں وہاں اگر کسی جگہ پیپلز پارٹی کی حکومت ہے تو مسلم لیگ (ن) کو فنڈ مل رہا ہے جیسا کہ خیبر پختونخوا میں پی ٹی آئی کی حکومت ہے تو پیپلز پارٹی اور مسلم لیگ (ن) کو فنڈ مل رہا ہے۔ یہاں تو ویسے بھی چھوٹی سی اپوزیشن تھی۔

جناب سپیکر! کیا پہلے وزیر اعلیٰ اور محترمہ وزیر خزانہ کی تقریر نہیں سنی گئی تو سمجھتا ہوں کہ اس کی ذمہ دار حکومت ہے کہ حکومت اپوزیشن کو ساتھ لے کر چلتی، کیا ہم اس ایوان کے ممبر نہیں ہیں، کیا ہمیں لوگوں نے ووٹ نہیں دیئے، کیا ان کے حقوق نہیں ہیں؟ افسوس اس بات کا ہے کہ ہم سے ہارے ہوئے لوگوں کو فنڈز دیئے گئے۔ اس بجٹ میں بھی حکومت نے منصوبہ بنایا ہے کہ جو ہم سے ہارے ہوئے لوگ ہیں ان کو فنڈز دیں گے اور یہ preplanned ہے چاہے ان کو نقدی یا کمیشن کی صورت میں فنڈز دیں تاکہ الیکشن میں وہ لوگ پیسا خرچ کریں اور الیکشن جیتنے کی کوشش کریں تو الیکشن فنڈز سے نہیں

جیتا جاتا یہ تو ایک ہوا ہوتی ہے۔ ابھی راجہ شوکت عزیز بھٹی کہہ رہے تھے کہ پیپلز پارٹی بی ٹیم آ گئی ہے اور یہ پی ٹی آئی کے under آ گئی ہے وہ شاید یہ بات بھول گئے ہیں کہ پارٹیوں پر وقت آ جاتا ہے ایک وقت تھا کہ پاکستان پیپلز پارٹی کے پاس قومی اسمبلی میں ساری 17 سیٹیں تھیں۔ ایک وقت تھا کہ میاں محمد نواز شریف اور میاں محمد شہباز شریف ملک سے باہر تھے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ credit پاکستان پیپلز پارٹی کی شہید محترمہ بے نظیر بھٹو کو جاتا ہے ورنہ 2008 کا الیکشن میاں محمد نواز شریف نہیں لڑنا چاہ رہے تھے لیکن میاں صاحب کو بے نظیر نے کہا کہ آپ الیکشن میں حصہ لیں اور انہوں نے پھر الیکشن لڑا تو پنجاب میں اور وفاق میں بھی coalition گورنمنٹ بنی۔ میاں محمود الرشید نے بڑی تفصیل سے تمام حقائق سے پردہ اٹھایا تو میں مختصراً چند باتیں کرنا مناسب سمجھتا ہوں کیونکہ ایک سال کے بعد گزارشات کرنے کا موقع ملتا ہے۔ بجٹ آیا تو ملازمین آس لگائے بیٹھے تھے مہنگائی کے اس دور میں ہماری بھی تنخواہیں بڑھیں گی جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ کس قدر مہنگائی ہے۔ صوبائی حکومتیں چاہے وہ کسی صوبے کی بھی ہوں جب وہ کچھ نہیں کر سکیں تو عوام اس بات پر تل گئے ہیں کہ وہ بائیکاٹ کریں۔ جیسا کہ آپ نے دیکھا ہے تین سے چار روز تک پھلوں کا بائیکاٹ ہوتا رہا ہے۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ اس مہنگائی کے دور میں ملازمین کی تنخواہیں صرف 10 فیصد بڑھانا یہ ناانصافی ہے۔ یہ کریڈٹ بھی پاکستان پیپلز پارٹی کی حکومت کو جاتا ہے کہ انہوں نے اپنے پانچ سالہ دور میں 30 فیصد سالانہ کے حساب سے پانچ سال میں 150 فیصد تنخواہیں بڑھائی ہیں۔ میری تجویز ہے کہ چار سے پانچ دن بجٹ پر بحث کروائی جاتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان چار سالوں میں اپوزیشن کی ایک بھی تجویز کو consider نہیں کیا گیا۔

جناب سپیکر! میں یہی گزارش کروں گا کہ اگر زیادہ نہیں تو ملازمین کی تنخواہوں میں 15 فیصد اضافہ کر دیا جائے۔ پانی کا مسئلہ ایک اہم مسئلہ ہے۔ بھٹی صاحب نے اپنے نظریے کے مطابق بات کی ہے کہ پیسا اس لئے خرچ نہیں ہو سکا کیونکہ کرپشن کا اندیشہ تھا یہ بھی حقیقت ہے۔ پچھلے سال بجٹ میں 25۔ارب روپے صاف پانی کے لئے رکھے گئے لیکن اس میں سے صرف 2½۔ارب روپے صاف پانی پر خرچ ہوئے باقی کے پیسے جہاں ان کی مرضی ہوئی وہاں پر خرچ کر دیئے گئے اور رحیم یار خان میں ایک بھی فلٹریشن نصب نہیں ہو سکا۔ میں نے پہلے بھی گزارش کی ہے تو آپ صاف پانی کی بات کرتی ہیں اگر یہاں ایوان میں میاں اسلم اسلم بیٹھے ہوتے تو وہ آپ کو بتاتے کیونکہ ان کا حلقہ میرے حلقے کے نزدیک

ہے۔زیر زمین آرسینک اور کھارا پانی ہے لوگ وہاں پر کھالوں اور ٹوبوں سے پانی پیتے ہیں صاف پانی پینا تو بہت دور کی بات ہے۔یہ منصوبہ ہے جس سے عوام کو بنیادی طور پر سہولت میسر آ سکتی ہے اس لئے ان منصوبوں پر توجہ دینی چاہئے۔Energy crisis وفاق کا معاملہ ہے نا کہ یہ صوبے کا معاملہ ہے۔ہم اس ایوان میں اس لئے بات کرتے ہیں کہ پنجاب حکومت نے Energy crisis کو ختم کرنے کے لئے وفاقی حکومت کے لئے ہراول دستے کا کردار ادا کیا ہے۔گزشتہ چار سالوں سے ہم یہی سنتے آرہے ہیں کہ ہم لوڈشیڈنگ ختم کر دیں گے میں یہ تنقید نہیں کر رہا ہوں بلکہ میں کہتا ہوں کہ آپ کریں۔آپ نے چار سالوں میں کبھی کہا جی کہ ہم چھ ماہ، ایک سال، دو سال، تین سال، چار سال اور اب کہتے ہیں کہ 2019 میں لوڈشیڈنگ ختم کر دیں گے۔وزیراعظم اور وزیراعلیٰ بیوروکریسی کو دیکھ لیں اگر 2017 میں آپ نے لوڈشیڈنگ ختم کر دی تو میں اور پوری قوم آپ کو سلام پیش کرے گی لیکن یہ بات مکمل ہوتی نظر نہیں آتی۔نندی پور پاور پلانٹ اور بھکھی پاور پلانٹ بند ہو گیا۔یہ میرے پاس 29۔مئی کا اخبار ہے جس میں لکھا ہے کہ پہلے روزے میں ہی لوڈشیڈنگ کے تمام ریکارڈ ٹوٹ گئے۔محترمہ وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں تسلیم کیا ہے کہ لوڈشیڈنگ کی وجہ سے طلباء کے معیارِ تعلیم میں فرق پڑ رہا ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ حکومت energy crisis کو بھی قابو کرنے میں ناکام رہی ہے۔

جناب سپیکر!تین چار اہم محکمے ہیں جس میں تعلیم بھی ہے جس کے لئے 345۔ارب روپے کا اتنا بڑا بجٹ رکھا ہے لیکن لٹریسی ریٹ وہی ہے۔آپ جنوبی پنجاب اور لاہور کا تعلیمی معیار دیکھ لیں۔ہمارے جنوبی پنجاب کے سکولوں میں ٹائلٹ نہیں ہیں، چار دیواری نہیں ہے، کمرے نہیں ہیں اور اساتذہ وہاں جانے کو تیار نہیں ہیں جبکہ یہاں سیکرٹری صاحبان بیٹھے بیٹھے اپنی پالیسیاں بنا دیتے ہیں۔میں نے بجٹ تقریر میں پڑھا کہ EST اور PTC اساتذہ کو upgrade کیا گیا ہے لیکن SSTs کو اپ گریڈ نہیں کیا گیا بلکہ دو increments دی گئی ہیں تو ان کا کیا قصور ہے لہٰذا سب کے لئے یکساں پالیسی ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر!اسی طرح صاف اور ہشاش بشاش ذہن کے لئے ایک انسان کا صحت مند ہونا ضروری ہے۔میں سمجھتا ہوں کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے بڑے initiative لئے لیکن پیچھے جو بیوروکریٹ ٹیم بیٹھی ہوئی ہے اس نے ایسی پالیسیاں بنائی ہیں جو کامیابی کی طرف جانے نہیں دے رہی۔جنوبی پنجاب کے ہسپتال اذیت گھر بنے ہوئے ہیں اور لوگ وہاں کے ہسپتالوں میں جانے کو تیار نہیں ہیں۔آپ نے سنا کہ ہسپتالوں میں مریضوں نے چٹائیاں بچھائی ہوئی ہیں جہاں پر اُن کو drips لگی ہوئی ہیں۔ہم جب جنوبی پنجاب کی بات کرتے ہیں تو یہی گزارش کرتے ہیں کہ چاہے ڈی جی خان، راجن پور یا بھکر ہو وہاں

بھی لاہور جیسا ہسپتال دو، لاہور جیسی یونیورسٹی دو اور لاہور جیسا کالج دو اور ہماری یہی گزارشات ہوتی ہیں۔

جناب سپیکر! پچھلی دفعہ صحت کے لئے 112-ارب روپے رکھے گئے تھے اب 116-ارب روپے رکھے گئے ہیں۔ آپ پنجاب کو چھوڑ دیں لیکن میں آپ کے توسط سے محترمہ وزیر خزانہ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں کہ میرے حلقہ پی پی-286 میں لاکھوں روپے سے تین ڈسپنسریاں بنیں۔ ایک ڈسپنسری موضع اروم خان بیلا، ایک بستی ملک بخت علی اور ایک ترنڈہ امیر خان میں ہے جو کہ بند پڑی ہیں۔ وہاں کوئی ڈسپنسر نہیں ہے، کوئی دوائی میسر نہیں ہے اور کسی کو اس طرف توجہ کی ضرورت ہی نہیں پڑی۔ آپ لاکھوں، کروڑوں یا اربوں روپے لگا لیں لیکن جب ہمارے پاس کچھ نہیں ہوگا تو ہم کہیں گے کہ ہمارے لئے کچھ نہیں ہے۔ تقسیم کے حوالے سے میں یہ عرض کروں گا کہ آپ ایک جانور کو ذبح کر لیں تو جیسے گوشت کی تقسیم ہوتی ہے اور اچھا اچھا گوشت اپنی طرف رکھ کر کہیں کہ یہ ہمارا حصہ ہے اور باقی لے جاؤ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اسی تقسیم کی وجہ سے جنوبی پنجاب، سرائیکی صوبے اور بہاولپور صوبے کا نعرہ لگتا ہے۔ میری مودبانہ گزارش ہے کہ محترمہ وزیر خزانہ اپنی wind up speech میں یقین دہانی کرائیں کہ اس سال یہ تینوں ڈسپنسریاں فنکشنل ہوں گی اور پنجاب گورنمنٹ کا جو لاکھوں روپیہ ان پر خرچ کیا گیا ہے وہ ضائع نہیں ہوگا۔

جناب سپیکر! زراعت ملک کی ترقی میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے لیکن افسوس ہے کہ جس طرح صنعتکار کو protection دی گئی ہے پنجاب میں کسان کو protection نہیں دی گئی۔ یہ صحیح ہے کہ جب الیکشن قریب آتا ہے تب کسان احتجاج کرتے ہیں، agitation ہوتی ہے اور کھاد پر سبسڈی اُس وقت دے دی جاتی ہے جب کھاد استعمال کرنے کا وقت ہی نہیں ہوتا۔ انہوں نے سبسڈی دی ہے جس پر میں ان کو appreciate کرتا ہوں لیکن چند زرعی آلات دینے سے کچھ نہیں ہوتا کیونکہ پتا نہیں کسان کتنے مسائل سے گزرتا ہے؟ پنجاب کی زیادہ تر آبادی اور اس ایوان میں بیٹھے ہوئے لوگ زمیندار اور کاشتکار ہیں۔ زرعی انکم ٹیکس، آبیانہ، wealth ٹیکس، پراپرٹی ٹیکس دینے، جعلی ادویات اور جعلی کھادوں کے ملنے کے بعد جب کسان منڈی تک پہنچتا ہے تو اُس کا کیا حشر ہوتا ہے؟ میں کئی سالوں سے یہ گزارشات کر رہا ہوں کہ گندم کے سیزن میں باردانہ کی ترسیل ایسی بنائیں کہ محکمہ کھا سکے اور نہ ہی مافیا کھا سکے لیکن اس طرف توجہ ہی نہیں دی گئی۔ آپ شوگر کین کو دیکھ لیں کہ جب کسان اپنی گنے کی ٹرالیاں لے کر جاتا ہے خواہ اُس کا کسی بھی پارٹی سے تعلق ہو تو 50 سے 100 من تک اُس کی کٹوتی ہوتی

ہے جو کتنی بڑی زیادتی ہے۔ آپ جتنی مرضی پالیسیاں بنائیں لیکن ایسی پالیسی اور پروگرام ہو کہ کاشتکار کی فصل تیار ہونے پر اُس کو اس کا صحیح دام ملنا چاہئے۔ زراعت کے ساتھ منسلک محکمہ آبپاشی ہے جس کے لئے اس بجٹ میں اربوں روپے رکھے گئے ہیں۔ انگریز نے ہمیں تین بہترین نظام آبپاشی، ڈاک اور ریلوے کے دیئے۔ ڈاک اور ریلوے کے نظام پر مجھے بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آپ بخوبی جانتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ دس کروڑ عوام کا تعلق اسی زراعت کے پیشے سے ہے لیکن ہم نے اس کا کیا حشر کیا ہوا ہے؟ اب نہروں کے پشتوں پر آپ کو کوئی درخت نظر نہیں آئے گا اور کیا وجہ ہے کہ اب 100 سال پرانے ریسٹ ہاؤس بِک رہے ہیں؟ ہمیں جنوبی پنجاب میں ششماہی پانی ملتا ہے، محکمہ نے موگوں کے ریٹ لگائے ہوئے ہیں اور ایک لاکھ روپے دے کر موگہ تڑوالیں تو پھر tail پر پانی نہیں پہنچ سکتا۔ یہ آبپاشی کا حال ہے۔ میں صرف اتنی گزارش کرتا ہوں کہ چاہے کوئی بھی حکومت ہو یہ بجٹ ہر سال بنتا ہے لیکن ایسے initiative لیں جس سے کسان کو بنیادی طور پر فائدہ ہو۔

جناب سپیکر! میں آخر میں دو چار باتیں کروں گا۔ دو چار کام خادمِ اعلیٰ نے کئے جو اُن کی نظر میں شاید اچھے تھے اور ہماری نظر میں بھی اچھے تھے لیکن انہوں نے غریب لوگ جو جانور پالتے ہیں ان کے لئے اعلان کیا کہ منڈی پرچی ختم ہو گئی۔ آپ یہاں سے نمائندے بھیجیں جو مختلف شہروں میں جا کر چیک کریں کہ حکومت کے من پسند لوگوں یا بااثر لوگوں نے اپنی جگہ دے کر ان پر قبضہ کیا ہوا ہے اور وہ 300 سے 700 فی جانور وصول کر رہے ہیں۔ آپ اس بات پر توجہ دیں تاکہ غریب لوگوں اور غریب کسانوں کو فائدہ پہنچے۔

جناب سپیکر! کبھی کسی نے اس بات پر سوچا ہے، تنقید نہ سمجھیں کہ پنجاب میں کرپشن ہے۔ دوسرے صوبوں میں 100 فیصد کرپشن ہو گی اور سارے کرپٹ ہوں گے لیکن پنجاب میں اتنی کرپشن ہو گئی ہے کہ ایک چھوٹے ملازم سے لے کر بڑے افسر تک جب آپ اسے کمیشن نہیں دیں گے اور جب آپ اپنے کام کے لئے اسے پیسے نہیں دیں گے، پہلے پولیس بدنام تھی مگر اب ہر ڈیپارٹمنٹ میں کرپشن آ گئی ہے۔

جناب سپیکر! میں آپ کے توسط سے وزیراعلیٰ کی خدمت میں یہ گزارش کروں گا کہ اس پر توجہ دیں، کرپشن کو ختم کریں، اس مافیا کو ختم کریں اور اس کرپشن کے ریٹ کو ختم کریں تو اس سے ہمیں فائدہ پہنچے گا۔

جناب سپیکر میں واحد بدقسمت ملک پاکستان کو سمجھتا ہوں کہ جہاں کھانے پینے کی چیزوں میں ملاوٹ ہے۔آپ نے سنا صرف لاہور ہی نہیں بلکہ مختلف شہروں میں بھی لوگوں کو گدھے کا گوشت کھلا دیا گیا، گوشت میں پانی کی ملاوٹ اور کیمیکل والے دودھ پر کبھی چیک اینڈ بیلنس کیا کہ لاہور میں اتنا دودھ کہاں سے آ رہا ہے؟ کیمیکل کا دودھ ہے، تیل میں ملاوٹ ہے، گھی میں ملاوٹ ہے جو لوگوں کی روزمرہ کی ضروریات ہیں تو خادم اعلیٰ کو ان چیزوں پر توجہ دینی چاہیے۔

جناب سپیکر!انہوں نے لینڈ ریکارڈ کمپیوٹرائزڈ کرایا تاکہ پٹواریوں سے نجات ملے لیکن ان سے نجات نہیں ملی بلکہ اب کمپیوٹر سنٹروں میں بھی رشوت چل گئی ہے۔ انہوں نے باہر اپنے بندے چھوڑے ہوئے ہیں جو کہ پیسے لے کر روزانہ کی بنیاد پر کام کروا دیتے ہیں ورنہ دو چکر اور تین چکر لگانے پڑتے ہیں کہ آپ کا thumb ٹھیک نہیں ہے اور فلاں اعتراض ہے۔ بات تو عوام کی سہولت کی تھی لیکن وبال جان بن گئی۔ میں آپ کے توسط سے وزیراعلیٰ سے گزارش کروں گا کہ اس پر بھی توجہ دیں تاکہ عوام کو اس سے ریلیف ملے۔

جناب سپیکر!اپوزیشن لیڈر شاید بھول گئے کہ صوبے میں اور اس ملک میں اقلیتوں کا اپنا ایک مقام ہے۔ ہمارا مذہب اسلام اور ہمارا آئین بھی ہمیں یہ درس دیتا ہے۔ جیسے ہمیں بنیادی حقوق حاصل ہیں اسی طرح انہیں بھی بنیادی حقوق حاصل ہیں۔ایک ارب روپے سے زائد رقم ان کے لئے رکھی گئی تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ کم ہے اور اس سے زیادہ رقم ہونی چاہئے تھی۔ جیسے ماضی میں ان کی عبادت گاہوں پر حملے ہوتے رہے تو ان کی عبادت گاہوں، ان کی درس گاہوں کی حفاظت کرنا ہمارا اوّلین فرض ہے اور ان کا ملازمتوں میں کوٹا ہونا چاہئے تاکہ انہیں اس ملک میں رہتے ہوئے یہ محسوس نہ ہو کہ ہماری حق تلفی ہو رہی ہے۔

جناب سپیکر!مہنگائی اور بے روزگاری کے متعلق دو چار الفاظ کی صورت میں گزارش کروں گا کہ بنیادی چیزیں عوام کو سستی ملیں، مہنگائی سے نجات ملے، ذخیرہ اندوزوں کا قلع قمع ہو اور روزگار کے ایسے مواقع فراہم کریں، ایک ضلع میں ایڈورٹائز آ گئی کہ چار نوکریاں فلاں ڈیپارٹمنٹ میں اور چار فلاں میں آ گئی ہیں تو ایسا نہیں بلکہ کوئی ایسا جامع منصوبہ لائیں کہ جس سے 40/50 ہزار نوکریاں at a time آپ پنجاب میں دیں اور پنجاب میں تقسیم کریں تو پھر بے روزگاری کا خاتمہ ہو گا۔

جناب سپیکر! میں آخر میں صرف اتنی گزارش کروں گا کہ آپ کا اور میرا تعلق جنوبی پنجاب سے ہے۔ ہم اپنی محرومیوں کا ذکر اس وقت کرتے ہیں جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے تعلیمی ادارے، ہمارے سکولز، ہمارے بچے ٹاٹوں پر بیٹھتے ہیں، سکولوں کی چھتیں نہیں ہیں، ہسپتال ویران ہیں، BHU میں ادویات نہیں ہیں، سڑکیں ہماری نہیں ہیں اور مارکیٹ تک ہمارا مال نہیں جا سکتا تب ہم یہ کہنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ:

This Budget is of Shahbaz Sharif for Shahbaz Sharif and by Shahbaz Sharif.

جناب سپیکر! میں اس شعر کے ساتھ آپ سے اجازت چاہوں گا کہ:

تیکوں گاوے کھیر پلایم آپ پیتم پانی کھارے
میڈی روہی تسی رہ گئی تیڈے شہر پھوہارے
واہ تیڈے بھائی چارے واہ تیڈے بھائی چارے

(جئے بھٹو)

جناب قائم مقام سپیکر: جی، رانا منور غوث!

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب سپیکر! شکریہ۔ محترمہ وزیر خزانہ نے بجٹ پیش کیا جو کہ بڑا متوازن تھا اور پنجاب کے عوام کی امنگوں کی عین عکاسی تھا لیکن بڑا افسوس ہوا کہ جب اپوزیشن نے اپنا role play کیا کیونکہ اسمبلی کے جو لوگ منتخب ہو کر آتے ہیں وہ بڑے معزز ہوتے ہیں اور بڑے گھرانوں کے لوگ ہوتے ہیں جن کی اپنی ایک حیثیت ہوتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جتنا افسوس ان کے روّیے پر کیا جائے وہ کم ہے کہ انہوں نے یہاں آ کر اسمبلی کے decorum کو خراب کیا ہے اور سیٹیاں بجائی ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! لاکھوں لوگوں کا منتخب عوامی نمائندہ ایوان ہے جہاں عوام انہیں سیٹیاں بجانے کے لئے نہیں بھیجتی بلکہ عوام اپنی امنگوں کی ترجمانی کے لئے انہیں یہاں پر بھیجتی ہے۔ مجھے ان کے روّیے پر افسوس ہوا ہے۔

جناب قائم مقام سپیکر: رانا صاحب! بجٹ پر بات کریں۔

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب سپیکر! میں اس پر بھی انشاء اللہ ضرور بات کروں گا اور بجٹ پر ہی آ رہا ہوں۔ آپ کی مہربانی کہ مجھے وقت دیا ہے۔ انہوں نے اسمبلی کی روایات کو ایک طرف رکھ کر ایسا اقدام کیا ہے جس پر جتنی شرمندگی محسوس کی جائے وہ کم ہے۔ ابھی اپوزیشن کی طرف سے میں قاضی صاحب کو appreciate کرتا ہوں کہ جنہوں نے بڑی اچھی باتیں کی ہیں اور انہوں نے بھی اپوزیشن میں بیٹھ کر ان کے رویے کو condemned کیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! صاف پانی کی بات ہوئی، تعلیم کے شعبے کو بڑی اہمیت دی گئی ہے اور categorically سکولز ایجوکیشن، پیف ایجوکیشن کے جو منصوبہ جات چل رہے ہیں، missing facilities پر اس وقت کام ہو رہا ہے اور الگ الگ پیروں میں محترمہ وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں بتایا اور میں appreciate کرتا ہوں کہ انشاء اللہ ہمارے صوبہ میں ہماری حکومت صاف پانی کی فراہمی کو بھی یقینی بنائے گی اور صحت کی سہولیات کے لئے بڑی تیزی کے ساتھ کام جاری ہے۔ اپوزیشن نے بڑی تنقید کی ہے اور ابھی میں اپوزیشن لیڈر کی تقریر سن رہا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ادویات نہیں ہیں، چٹائیوں پر مریض پڑے ہیں، BHUs میں اور THQs میں فرنیچر نہیں ہے۔ دیہاتوں کے لوگوں نے خود اپنے BHUs اور THQs کو سنبھالنا ہوتا ہے اور انہیں look after کرنا ہوتا ہے تو یہ ان کے اپنے رویے ہیں کہ وہ اپنے سرکاری اداروں کی کس طرح سے حفاظت کرتے ہیں۔ حکومت تو ایسے اداروں کو بنا دیتی ہے لیکن ان کو سنبھالنا ہمارا یعنی عوام کا کام ہوتا ہے۔ وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف کی حکومت میں جتنی توجہ محکمہ تعلیم کی طرف دی گئی ہے اور صحت کو بہتر کرنے کے لئے دی گئی ہے۔ پہلے کبھی تاریخ میں ایسی مثال نہیں ملتی۔

جناب سپیکر! پینے کے صاف پانی کی فراہمی کے لئے بڑی تیزی سے efforts ہو رہی ہیں اور یقیناً اللہ کے فضل و کرم سے جب اس حکومت کا tenure مکمل ہو گا تو صاف پانی کے بہت سے منصوبے ہر ضلع میں، ہر دیہات اور ہر تحصیل میں مکمل ہو چکے ہوں گے اور بہت سے لوگوں کو فائدہ ہو چکا ہو گا۔ میں اپنے حلقے کا ذکر کرتا ہوں کہ میں نے اپنے حلقہ میں جہاں جہاں پانی اچھا نہیں تھا اور پانی خراب تھا تو میں نے واٹر سپلائی کی جتنی سکیمیں حکومت کو پیش کی ہیں وہ تمام منظور ہو گئی ہیں۔ میرے حلقہ کے لوگوں نے وزیر اعلیٰ کا شکریہ ادا کیا ہے اور مجھے appreciate کیا ہے تو میں اس پر حکومت پنجاب اور محترمہ وزیر خزانہ کا جتنا شکر ادا کروں کم ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے ہمارے جو colleague ایم پی ایز

ہیں یہ سب کے سب خوش ہیں کیونکہ ADP میں ہمارے تمام علاقوں کو جتنی ہماری عوام کو سہولیات ملنی چاہئیں تھیں وہ وزیر اعلیٰ نے سب کو fulfill کیا ہے اور سب کو accommodate کیا ہے۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: آپ کا بہت شکریہ

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب سپیکر! CPEC کی وجہ سے اس وقت ہمارے ملک میں پیسے کی فراوانی ہے اس وقت ملک میں بہت سے اچھے کام ہو رہے ہیں CPEC کے منصوبے کو ہم appreciate کرتے ہیں، محکمہ لائیوسٹاک میں جو تبدیلیاں آئی ہیں بڑی اہم تبدیلیاں ہیں اور کسانوں کے لئے جو packages دیئے گئے ہیں وہ بڑے قابل تعریف ہیں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: رانا صاحب وقت ختم ہو گیا ہے۔

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب سپیکر! میں ایک دو منٹ میں wind up کر دیتا ہوں اور جو ہمارا اسپورٹس فنڈ ہے اس کے لئے میں۔۔۔

جناب قائم مقام سپیکر: اجلاس کا وقت پانچ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

رانا منور حسین المعروف رانا منور غوث خان: جناب سپیکر! محترمہ وزیر خزانہ سے گزارش کروں گا کہ ہمارے mini stadium کے لئے پچھلے بجٹ میں پیسے رکھے گئے تھے اور اُنہوں نے ایسا معیار بنایا ہے کہ فنڈز properly utilize نہیں ہو سکے۔ میری آپ کے توسط سے وزیر خزانہ سے یہ گزارش ہے کہ آپ مہربانی کریں جو سپورٹس کا بجٹ ہے اُس کو یقیناً بڑھنا چاہئے، اُس میں بہتری آنی چاہئے اور زیادہ سے زیادہ کھیل کے لئے گراؤنڈ اور کھلاڑیوں کے لئے سہولتیں اور نوجوان نسل کی زیادہ سے زیادہ ترغیب کے لئے ایسی facilities ہونی چاہئیں جس میں زیادہ سے زیادہ ہماری نوجوان نسل کھیل کی طرف آئے اس سے انشاء اللہ صحت مند معاشرا پیدا ہو گا۔ KPRRP ایک منصوبہ جو ہماری حکومت نے شروع کیا تھا اُس میں جتنی تعریف کی جائے کم ہے جہاں سے یہ کارپٹ روڈ گزرتی ہے یقیناً لوگ خوش بھی ہوتے ہیں اور لوگوں کو سہولت بھی ملتی ہے۔ لوگوں کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ دیہاتوں میں ایسی سڑکیں بنیں گی ہمیں تو جہاں بھی سڑکیں چاہئیں تھیں، حکومت نے سڑکیں بنا کر دی ہیں۔ یقین جانیں میرے حلقے کے لوگ بڑے خوش ہیں اور میں نے صوبہ پنجاب میں جہاں جہاں سڑکیں دیکھی ہیں اپنے دوستوں سے بات چیت ہوتی رہتی ہے ہر جگہ پر لوگ خوش ہیں۔

جناب سپیکر! اس پر میں سمجھتا ہوں کہ وزیر اعلیٰ صاحب کو نوبل پرائز ملنا چاہئے، Pride of Performance ملنا چاہئے کیونکہ انہوں نے یہ بڑا اہم کام کیا ہے اس کی مثال پوری دنیا میں نہیں ملتی ابھی میں نے حکومت کی طرف سے اپنی اسمبلی کی نمائندگی کی میں South Africa گیا وہاں پر پچیس ممالک کے نمائندگان تشریف لائے تھے تو وہاں پر KPRRP کی بات ہوئی انہوں نے اس کو appreciate کیا اور پاکستان کی جو اس وقت stable economy ہوئی اور boost کر رہی ہے اس کو پوری دنیا میں recognize کیا جا رہا ہے تو اس پر میں میاں محمد شہباز شریف اور میاں محمد نواز شریف کو اور وفاقی حکومت کو appreciate کرتا ہوں کہ انہوں نے بڑی اچھی پالیسیاں بنائی ہیں جس سے ہمارے ملک کی معیشت مظبوط ہو رہی ہے ،ہمارے بجٹ اچھے آرہے ہیں لوگوں کے فائدے کے لئے تعمیر و ترقی کے منصوبے اور فلاح و بہبود کے منصوبے سامنے آرہے ہیں۔ ہمارے محکمہ مائنز کے منسٹر صاحب یہاں پر موجود ہیں اگر وہ یہاں پر موجود نہ بھی ہوتے تو پھر بھی میں اُن کی تعریف کرتا انہوں نے اور پارلیمانی سیکرٹری اور رانا ثناء اللہ خان نے ایک کمیٹی بنائی تھی جو میری درخواست پر وزیر اعلیٰ نے بنائی تھی اُس سے بجٹ میں پہلی بار محکمہ مائنز کی appreciation آئی ہے کہ انہوں نے 3-ارب سے لے کر 10-ارب تک اس کی آمدن کو بڑھا دیا ہے۔ یہ ان کا وژن ہے ان کی شبانہ روز کوششیں ہیں اگر مزید تھوڑی سی اور کوشش ہو جائے تو یہ 10-ارب انشاء اللہ 30-ارب پر جائے گا لیکن اس کے ساتھ ساتھ میری وزیر خزانہ اور صوبائی وزیر مائنز جو یہاں پر تشریف فرما ہیں سے یہ بھی گزارش ہے کہ جن علاقوں میں مائنز پر کام ہو رہا ہے جہاں سے آمدن آرہی ہے وہاں کہ لوگوں کے لئے بھی کچھ تھوڑا بہت سوچیں، وہاں کے لوگوں پر بھی پیسا خرچ ہو اور وہاں کا infrastructure بہتر ہو۔

جناب سپیکر! ہماری حکومت نے غریبوں کے لئے بہت سے کام کئے ہیں دیہاتوں میں سکولوں کا معیار بہتر کیا ہے، وہاں پر ٹیچرز اچھے آئے ہیں عام لوگوں کے لئے تعلیم حاصل کرنا آسان ہو گیا ہے، صاف پانی کے منصوبوں نے کام کرنا شروع کر دیا ہے اور صحت کی سہولیات ،ادویات کی فراہمی یقینی بنا دی گئی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہماری حکومت کو پانچ مرلہ پلاٹوں کی سکیم شروع کرنی چاہئے ہر دیہات میں، ہر علاقے میں، ہر شہر میں ایک کالونی ہونی چاہئے کہ غریب لوگوں کو پانچ مرلہ کا فری پلاٹ ملے اور اُن کو پلاٹ میرٹ پر دیئے جائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ غریب لوگ فائدہ حاصل کر سکیں۔

جناب قائم مقام سپیکر: رانا صاحب! آپ کا بہت شکریہ۔اب اجلاس کا وقت ختم ہو گیا ہے اب اجلاس بروز منگل مورخہ 6۔جون 2017 صبح 11:00 بجے تک کے لئے ملتوی کیا جاتا ہے کل بھی سالانہ بجٹ پر عام بحث جاری رہے گی۔